SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Tuesday, January 11, 1994

The Senate of Pakistan met in the old National Assembly Hall (State Bank Building) Islamabad, at fortysix minutes after ten of the clock in the morning, with Madam Deputy Chairman (Dr. Noor Jehan Panezai) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم اللہ الرحمان الرحیم

رب المشرقین و رب المغربینo فبای الا ربکما
تکذبین o مرج البحرین یلتقینo مرج البحرین یلتقین
o بینهما برزخ لا یبغین o فبای الاء ربکما تکذبنo
یخرج منهما النولو والمرجانo فبای الاء ربکما تکذبن
o وله الجوار المنشت فی البحر کالاعلامo فبای الاء
ربکما تکذبن o کل من علیها فانo ویبقی وجه ربک
ذوالجلل والاکرامo

SENATE OF PAKISTAN

SENATE DEBATES

Tuesday, January 11, 1994

The Senate of Pakistan met in the old National Assembly Hall (State Bank Building) Islamabad, at fortysix minutes after ten of the clock in the morning, with Madam Deputy Chairman (Dr. Noor Jehan Panezai) in the Chair.

Recitation from the Holy Quran

بسم اللّٰہ الرحمان الرحیم

رب المشرقین و رب المغربینo فبای الا ربکما
تکذبین o مرج البحرین یلتقینo مرج البحرین یلتقین
o بینھما برزخ لا یبغین o فبای الاء ربکما تکذبنo
یخرج منھما النولو والمرجانo فبای الاء ربکما تکذبن
o ولہ الجوار المنشت فی البحر کالاعلامo فبای الاء
ربکما تکذبن o کل من علیھا فانo ویبقی وجہ ربک
ذوالجلل والاکرامo

ترجمہ : وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک (ہے)- تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ اسی نے دو دریا رواں کئے جو آپس میں ملتے ہیں- دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اس سے) تجاوز نہیں کر سکتے- تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں- تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ اور جہاز بھی اسی کے ہیں جو دریا میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہوتے ہیں- تو تم اپنے پروردگار کی کون کونسی نعمت کو جھٹلاؤ گے؟ جو (مخلوق) زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے- اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکت) جو صاحب جلال و عظمت ہی باقی رہے گی-

(سورۃ الرحمن آیت 17 تا 27)

Leave of Absence

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جزاک اللہ - بسم اللہ الرحمان-

جناب عالم شیر خان صاحب اپنی ذاتی مصروفیات کی بنا پر مورخہ 2 اور تین جنوری کو اجلاس میں شرکت نہیں کرسکے- اس لئے انہوں نے ان تاریخوں کے لئے ایوان سے رخصت کی درخواست کی ہے- کیا آپ ان کی رخصت منظور فرماتے ہیں-

(رخصت منظور کی گئی)

جی پریولج موشن نمبر 3 اخونزادہ بہرہ ور سعید صاحب ....

Point of Order Re: Lapsing of Questions

جناب محمد علی خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

Mr. Muhammad Ali Khan: Madam Chairperson, it is rather difficult for the Senators to collect material for preparing questions and tendering them here to the Senate Secretariat but, unfortunately, when the debate on the President's speech is on, they just lapse for no reason. So, I suggest that those people who had sent their questions earlier and are considered as having been lapsed, those questions should be taken up in the next session of the Senate alongwith the other fresh questions.

قاضی حسین احمد: پوائنٹ آف آرڈر جناب چیئرپرسن صاحبہ! آج کے اخبارات میں اگر آپ نے ایک نظر دوڑائی ہو تو تمام اخبارات میں بہت ہی صدمے والی خبر ہے۔ جس سے پورے ملک میں اور خاص طور سے یہاں پر (پنڈی۔ اسلام آباد میں) سب لوگوں کو شدید صدمہ یا دھچکا لگا ہے۔ اور اگرچہ یہ ٹیکنکلی نہ تو تحریک التوا کسی نے پیش کی ہے اور اسے صوبائی مسئلہ بھی کہا جا سکتا ہے لیکن ان technicalities میں جانے کے بجائے صدمے میں پوری قوم اس وقت مبتلا ہے۔ اور ہم بھی اس میں share کریں اور اس میں اپنے دکھ صدمے کا اظہار کریں اور حکومت کو متوجہ کریں اور قوم کو بھی متوجہ کریں کہ اس طرح کے واقعات ہمارے ملک میں روز روز وقوع پذیر نہ ہوں۔ جس طرح سے گیارہ افراد کا قتل اور اس سے پہلے نو افراد کے قتل کا ایک شاخسانہ ہے ایک دوسرے واقعہ کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ اس پر دکھ اور افسوس کا اظہار کرنا چاہیئے اور متوجہ کرنا چاہیئے۔ پوری قوم کو اور حکومت کو بھی اور امن و امان کی ایجنسیوں کو بھی اور یہاں پر لوگوں کی تعلیم و تربیت کرنے والے اداروں کو بھی، سب کو متوجہ کرنا چاہیئے کہ

اس قسم کی خوفناک وارداتیں جس کی وجہ سے ہماری پوری قومی زندگی پر دھبہ لگتا ہے۔ ان کا تدارک کرنا ہمارا قومی فرض ہے۔ اس لئے میں یہ درخواست کروں گا کہ بجائے اس کے کہ ٹیکنیکلی کہا جائے کہ یہ تحریک التوا نہیں ہے نوٹس نہیں دیا گیا ہے یا صوبائی معاملہ ہے حکومت بھی اپنا نقطہ نظر بیان کرے اور اپوزیشن لیڈر بھی اس پر صدمے کا اظہار کرے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: ان سب کے لئے آپ مغفرت کی دعا کریں۔

قاضی حسین احمد: دعا تو کریں گے لیکن دعا سے پہلے اس پر بات کرنے کی ضرورت ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جی منسٹر صاحب تیار ہیں جواب کے لئے، جناب محمد علی خان صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب محمد علی خان: محترمہ! جب آپ فاتحہ ان مقتولین کے لئے پڑھی جائے گی تو میرے خیال میں لاڑکانہ کے حالیہ حادثہ میں ایک شخص کل فوت ہو گیا جس کا ذکر آج اخبار میں آگیا تو اس کو بھی اس میں شامل کر لیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: قاضی حسین احمد صاحب آپ فاتحہ پڑھ دیں۔

(فاتحہ پڑھی گئی)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب نصیراللہ بابر صاحب۔

Maj.Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar:

Madam Chairperson, I am not going to take cover behind the technicalities as Qazi Sahib has said, 'it is a Provincial subject'. We are much grieved and hurt by this incident and we have been in touch with the Provincial Government and the local DIG since yesterday. In the later stage they have recovered the car, they have also apprehended two people who were part of the conspiracy to this murder. In addition the passport of the killer has also been recovered so that he cannot leave the country. All the immigration points have been informed so that he can not flee from the country. We are as much concerned as everybody in this House and Insha Allah, the man shall be nabbed by either this evening or tomorrow. We are making endeavour for it.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب قاضی صاحب وزیرداخلہ کے بیان کے بعد آپ کیا کہتے ہیں۔

قاضی حسین احمد: محترمہ! میں تو صرف یہ چاہتا تھا کہ اس کے جو causes ہیں اس کی جو وجوہات ہیں۔ اس ملک میں جو سخت افراتفری ہے اخلاقی انحطاط ہے تعلیم کی کمی ہے اور ہمارے ملک کے 75 فیصد یا 80 فیصد لوگ غیر تعلیم یافتہ اور ناخواندہ ہیں۔ اس وقت افراتفری اور امن و امان کی بدحالی اور اس کی وجوہات چاہے کتنی بھی ہوں اس میں موجودہ اور سابقہ حکومتیں شریک ہیں جس جس نے بھی یہاں 50 سال میں آزادی کے بعد حکومت کی سب اس میں ذمہ دار ہیں لیکن اس وقت ہمارے ملک اور قوم کی جو حالت ہے وہ کسی طرح سے بھی ایک آزاد قوم کے شایان شان نہیں ہے۔ ہماری قوم کی حالت یہ ہے کہ میں ابھی

سعودی عرب سے آیا ہوں۔ سعودی عرب کی جیلوں میں چھ سو پاکستانی پھانسی کا انتظار کر رہے ہیں چھ سو پاکستانی سزائے موت کا انتظار کر رہے ہیں جو ہیئروئین سمگلنگ میں پکڑے گئے ہیں اور انتہائی خبیث اور گندے طریقے سے پکڑے گئے ہیں، اور یہاں سے انتہائی گندے طریقے سے ہیروئین لے جائی جاتی ہے۔ ہمارا جو پاکستانی پاسپورٹ ہے وہ باعث عار بن گیا ہے پوری دنیا میں آپ کسی بھی ائیر پورٹ پر پاکستانی پاسپورٹ کے ساتھ enter ہوتے ہیں تو آپ کو ایک مجرم کی حیثیت سے دیکھا جاتا ہے۔ یہ ہماری ساری قوم کی حالت بن گئی ہے جو ہمارے لئے ایک لمحہ فکریہ ہے۔

ہم یہاں پر پارلیمنٹ میں بیٹھ کر اور قومی اسمبلی میں بیٹھ کر دھواں دھار باتیں کرتے ہیں لیکن جو ہمارا قومی المیہ ہے اس کی طرف کوئی بھی توجہ نہیں دیتا جس توجہ کا وہ مستحق ہے اس کی طرف کوئی بھی توجہ نہیں ہے۔ نہ ریڈیو اور ٹیلی ویژن اپنا کردار ادا کرتے ہیں نہ درسگاہیں اپنا کردار ادا کرتی ہیں اور نہ حکومت اس میں اپنی ذمہ داری پوری کرتی ہے۔ ہمارا یہ دستور جس کے آرٹیکل 31 میں لکھا ہوا ہے کہ حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ قرآن و سنت کی روشنی میں اسلامی تعلیمات کی روح کے مطابق لوگوں کی تربیت کرے۔ کسی بھی حکومت نے اس کی طرف توجہ نہیں دی بلکہ اس کو الٹا چلا رہے ہیں۔ اسی وجہ سے جناب چیئرپرسن صاحبہ ! اس وقت "happy new year night" کے نام سے مستیاں کرنے والے افسران نے یونیورسٹیوں کے ان طلباء کو جیلوں میں ڈال دیا ہے۔ جو انہیں غیر قانونی سرگرمیوں سے روکنے کے لئے آئے تھے۔ یہاں جو اس وقت دستوری اور قانونی طریقہ اختیار کرتا ہے اس کی جگہ جیل ہے اور جو لوگ ان دستوری اور قانونی طریقوں کے علی الرغم چل کر قومی دولت کو لوٹ رہے ہیں ڈاکے مار رہے ہیں قانون شکنی کر رہے ہیں اور ایوانوں میں بیٹھے ہیں وہ اعلیٰ مناصب پر بیٹھے ہیں اس کا علاج جب تک نہیں ہوگا اور اگر ہم اس کی طرف فوری طور پر توجہ نہیں دیں گے تو ملک مزید انحطاط کا شکار ہو جائے گا۔ ملک مزید قحط کی طرف بڑھے گا۔ اس میں

ہمارا پہلا فرض یہ ہے کہ ہم اپنی قومی انفراتفری کی اصلاح کے لئے مناسب تدابیر اختیار کریں۔ شکریہ!

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب نصیر اللہ بابر صاحب۔

میجر جنرل (ریٹائرڈ) نصیر اللہ خان بابر: کسی قومی اخبار نے یہ نہیں کہا ہر ایک اخبار نے یہی کہا ہے کہ ذاتی دشمنی کی بنا پر یہ ہوا ہے اور پہلے بھی اسی معاملے میں قتل ہو چکے ہیں۔ میرا خیال ہے 1987ء میں آٹھ بندے مارے گئے تھے۔ اب وعظ دینا تو بڑی اچھی بات ہے لیکن یہ ذمہ داری سب پر عائد ہوتی ہے چاہے وہ جماعت اسلامی سے ہو، یا کسی جماعت سے بھی ہو۔ ہر بندے کا فرض ہے۔ وعظ کرنا بڑی اچھی بات ہے لیکن سوسائٹی کو ریفارم کرنا بھی ہر ایک کی ذمہ داری ہے اور یہ جو معاملہ ہے یہ محض ذاتی دشمنی کی بنا پر ہوا ہے اور میں نے یہاں واضح کر دیا آج شام تک یا کل تک جس بندے نے قتل کئے ہیں اس کو پکڑا جائے گا اور اس کو سزا دی جائے گی اور کوشش کریں گے کہ معاشرے کی صحیح لائن پر اصلاح ہو۔ میں پھر کہتا ہوں کہ وعظ کرنا آسان ہے لیکن ذمہ داری سب کی ہے اور اس پر عمل کرنا ذرا مشکل نظر آتا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ، شیر افگن صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: میڈم چیئر پرسن! جو شاہ صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ نااہلی ہے یہ ہے یہ ہے------

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ کیا بحث کرنا چاہتے ہیں قاضی صاحب نے ایک بات کی تھی۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ کونسا قانون ہے اگر ہم قاعدہ قانون اور دستور کو توڑتے ہی رہیں اور ساری چیزیں ایسے ہی ......

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ کیا بحث کرنا چاہتے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: آپ مجھے اجازت دیں انہوں نے کونسے قاعدہ سے بات کی۔ آپ مجھے اجازت تو دیں ...

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شیر افگن خان صاحب آپ رولز کو زیادہ چاہتے ہیں جب میں نے کہہ دیا ہے کہ آپ تشریف رکھیں تو آپ تشریف رکھیں ....

(cross talk)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: میں کہہ رہی ہوں۔ آپ تشریف رکھیں۔

(cross talk)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: نہیں میں اس پر اور بحث نہیں ہونے دوں گی۔ شیر افگن صاحب آپ تشریف رکھیں۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: میڈم مجھے کہنے دیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ شیر افگن صاحب آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ کو بولنے کی اجازت نہیں دیتی۔ شیر افگن صاحب رولنگ کے خلاف آپ بے شک protest کر سکتے ہیں لیکن آپ رولز کے

خلاف نہیں جاسکتے۔ شیر افگن صاحب آپ پروٹیسٹ ضرور کریں لیکن جب چیئر نے رولنگ دی ہے تو اس کی respect کریں۔ میں نے جب رولنگ دی ہے۔ آپ بیٹھ جائیں۔

(cross talk)

میڈم ڈپٹی چیئرمین: نہیں، میں آپ کو اجازت نہیں دوں گی۔ جب میں آپ کو اجازت دوں گی اس وقت آپ بول سکتے ہیں۔ اب میں نے رولنگ دی ہے لہٰذہ آپ تشریف رکھیں۔ آپ بے شک protest کر کے جا سکتے ہیں۔ میر عبدالجبار صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

میر عبدالجبار : پوائنٹ آف آرڈر، شکریہ چیئرمین صاحب۔

Cross Talk

میڈم ڈپٹی چیئرمین: ایک ٹائم ایک بولے گا پلیز آرڈر آف دی ہاؤس ، میر جبار صاحب۔

میر عبدالجبار: آج جب یہ اجلاس شروع ہوا تو جناب محمد علی خان ہوتی نے فرمایا تھا کہ صدر محترم کے خطاب کی وجہ سے ان کے سوالات اس رواں اجلاس میں نہیں آسکے۔ مہربانی کر کے رولنگ دیں کہ تمام سوالات اگلے سیشن کے لئے carry کئے جائیں گے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: میر جبار صاحب ہم اس کو consider کر کے اگلے سیشن کے لئے revive کریں گے۔ گلزار احمد صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب گلزار احمد خان: شکریہ چیئرپرسن صاحبہ، قاضی صاحب چونکہ میرے ساتھ ہی بیٹھے ہیں ان کی انفارمیشن کا شکریہ بھی ادا کرتا ہوں کہ چھ سو آدمی سعودی عرب میں اپنی سزائے موت کا انتظار کر رہے ہیں اس کے ساتھ میں تھوڑی سی اس انفارمیشن میں اضافہ کرنا چاہوں گا ایک تو یہ کہ یہ جو واقعات ہیں۔

.... (مداخلت) ....

میڈم ڈپٹی چیئرمین: پلیز آرڈر ان دی ہاؤس - اس ہاؤس کا ساؤنڈ سسٹم اتنا disturbed ہے آپ کسی کو بولنے دیں۔

جناب گلزار احمد خان: ایک تو منشیات کی وجہ ہے اور منشیات جو ہمارے ملک کے لئے اور بین الاقوامی سطح پر مصیبت بنی ہوئی ہے۔ اس کی تھوڑی سی تفصیل بھی میں عرض کرنا چاہوں گا کیونکہ یہاں پر لوگوں کو نوکری کا جھانسہ دے کر غریب عوام سے پیسے بھی بٹور لیتے ہیں اور ان کو کہتے ہیں کہ ہم آپ کو سعودی عرب میں نوکری دلاتے ہیں اور اس کے ساتھ ان کو کوئی بریف کیس دے دیتے ہیں اور اس میں چرس گانجا یا ہیروئین وغیرہ ڈال دیتے ہیں وہ بالکل معصوم اور بے گناہ لوگ ہوتے ہیں اور وہاں جو موت کا انتظار کر رہے ہیں اکثر وہی لوگ ہیں میں یہ نہیں کہتا کہ سارے کے سارے لیکن اکثر بیچارے بیگناہ مارے جاتے ہیں....

میڈم ڈپٹی چیئرمین: گلزار صاحب وہ تو قاضی صاحب نے ایک پرابلم کی طرف اشارہ کیا تھا۔

جناب گلزار احمد خان: جناب میں پرابلم کی ہاؤس کے سامنے وضاحت

... کرنا چاہتا ہوں انہوں نے کہا ہے کہ بین الاقوامی سطح پر ہمارا status اتنا خراب ہے کہ ہمارے پاسپورٹ کو نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے تو اس کے لئے میں یہ عرض کروں گا کہ ہمارے حکومت نے آتے ہی سب سے پہلے خارجہ امور پر توجہ دی اور اس کو اہمیت دی اور اس کے ساتھ ہی وزیراعظم نے بیرونی ممالک کے دورے شروع کر دیئے ہیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ

.... (مداخلت) ....

میڈم ڈپٹی چیئرمین: گلزار صاحب جب آپ صدر کے خطاب پر بحث کریں گے تو اس میں ساری چیزیں شامل کر دیں۔

جناب گلزار احمد خان: میڈم میں ختم کر رہا ہوں۔ پچھلے تین سال میں ہمارا جو status اتنی بری طرح سے مجروح ہوا تھا مجھے امید ہے کہ اگر ہمیں کچھ عرصہ دیں گے تو انشا اللہ تعالیٰ ہماری پرائم منسٹر صاحبہ کے یہ دورے کافی موثر ہوں گے اور اس کے بعد اس کا بہت اچھا نتیجہ برآمد ہوگا۔

Madam Deputy Chairman: Next item Privilege motion No.3 Akhunzada Behrawar Saeed Sahib.

Akhunzada Behrawar Saeed: I beg to move that the proceedings of the House may be stopped and the following privilege motion may be taken into consideration.

"That the Federal government had undertaken to release my Annual Development Funds for the year 1992-93

immediately after the general elections. As the elections are completed and I have submitted application for the release of the Annual Development Funds but the Government is keeping mum. By this action of this Government my privilege has been breached.

Malik Muhammad Qasim: We technically oppose it, but I will like to answer it just now.

Madam Deputy Chairman: Malik Sahib, can you oppose it as a Leader of the House? I think, it is only the Minister which can do that.

Syed Iqbal Haider: I oppose it technically, but since the matter of the development schemes of the Senators are being handled and discussed under the chairmanship of the Leader of the House, I had thought it better and fit and appropriate to allow the Leader of the House to satisfy the honourable Member.

Malik Muhammad Qasim: Madam Chairman, actually it was on account of grievances of the most of the Senators that we held a meeting in which the Local Government officials had been called and they tried to explain every thing. Unfortunately, on that day Mr. Behrawar Saeed

was not present, but I had personally enquired yesterday about the funds which had been allocated to Behrawar Saeed Sahib earlier and which had been stopped by the Care-Taker Government. And the reasons why they had stopped was that the Senators or the MNAs who were fighting elections they should not be able to utilize these funds during the elections and it was for a political reason and for having free and fair elections that it had been stopped. Now, I have asked the Local Government authorities and I also wanted to inform him and unfortunately he has brought the privilege motion today that the....and I am making a commitment on the floor of the House that as for as his funds are concerned or for that matter any other Senator or anybody else, who was contesting elections and his funds had been stopped Inshallah, the Government is going into it and within a period of one month, I am sure, their funds are released and they shall be released.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: اخونزادہ بہرہ ور سعید۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: محترمہ چیئرمین صاحبہ! تیسری یا چوتھی مرتبہ میں یہ موشن پیش کر رہا ہوں اور پھر اس کو معرض التوا میں ڈالا جا رہا ہے اس بنا پر کہ آج ہو رہا ہے، کل ہوگا، ہم کر رہے ہیں، ہم میٹنگ کر رہے ہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آتی، خیر ہے اگر ان کو اس بات پر ناراضگی ہے کہ میں نے انتخابات میں کیوں حصہ لیا یا جناب قاضی صاحب نے انتخابات میں کیوں حصہ لیا تو

اور کیوں suffer کریں اگر ہمارے فنڈز ان کو اتنے ہی برے لگتے ہیں تو میں خوش ہوں کہ میں ان کو اتنا برا لگتا ہوں تو وہ بند کریں، اگر یہ بند نہیں کرتے تو یہ ایک مہینہ، پھر دو مہینہ، اقبال صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ منگل کو وہ categorical statement دیں گے اور اس وقت کے چیئرمین صاحب نے اس کو چار issues دیئے تھے کہ 1992ء کے، وہ فنڈز جو کام کہ مکمل ہو گیا اور ابھی تک ادائیگی نہیں ہوئی اس کا کیا ہوا، 93-1992ء کے متعلق جو فنڈز ہیں جس پر سکیمیں منظور ہوگئی ہیں اور فنڈز صوبائی حکومتوں کو گئے ہیں ان کا کیا ہوگا اور 94-1993ء کے لئے فنڈز قومی اسمبلی والوں کو دیئے ہیں تو سینیٹرز کو کیوں محروم کیا جاتا ہے۔

اب میری گزارش یہ ہے کہ اتنی لمبی مدت جب یہ فرماتے ہیں کہ ایک مہینے میں، اس کو تو بہت دن گزر گئے ہیں کب تک یہ مسئلہ اس طرح سے ہوگا یہ تو ایسی بات ہوگئی کہ روز یہ کل کل کی باتیں کچھ سمجھ پڑتی نہیں exact date یہ بتا دیں کہ آئے گا وہ کل کتنے کل آنے کے بعد آئے گا۔ جناب میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ ہمیں ٹالنے کی کوشش نہ کریں ہمیں ایک خاص تاریخ بتا دیں کہ کب یہ فنڈز جاری کریں گے اور اگر نہیں کرتے تو یہ انکار کریں کہ ہم یہ فنڈز جاری نہیں کرتے، اور بس ....

We will be completely satisfied. Because as far as I am concerned, I have no expectation whatsoever, that the present Government gives us our funds, and I will not beg for that Inshallah.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: بہرہ ور سعید صاحب، ملک قاسم صاحب نے آپ کو پوری تفصیل کے ساتھ اپنے بیان میں بتا دیا ہے اس کے بعد کیا آپ اس پر اصرار کریں گے؟

اخونزادہ بہرہ ور سعید: وہ مجھے ایک خاص تاریخ بتا دیں، میں مزید پریس نہیں کرتا۔ وہ صرف اتنا بتا دیں کہ کس تاریخ کو یہ فنڈز جاری کریں گے۔ یہ میرے بہت پرانے دوست ہیں میرے ساتھ وہ چالیں نہ چلیں جو پہلے پارٹی کے وقتوں میں چلا کرتے تھے وہ واضح طور پر کہیں کس تاریخ کو فنڈز جاری کریں گے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: ملک قاسم صاحب۔

ملک محمد قاسم: میڈم اس کے ساتھ میں کبھی چال چل ہی نہیں سکتا، وہ جانتا ہے کہ میں ہمیشہ دو ٹوک بات کرتا ہوں۔

That is why he and I am separate, otherwise we would have not separated. But the point is that I have already said, Madam, you were present in that meeting and I may inform him also that I am going to circulate the minutes of that meeting and probably that that shall satisfy him. I have told him that within a month it shall be done, that is almost the exact date which I am giving, it is the 11th of January today and by 11th to 15th of February everything would be done.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: بہرہ ور سعید صاحب اب تو انہوں نے آپ کو 11 فروری کی تاریخ بھی بتا دی ہے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: میں آپ سے عرض کروں کہ ان کو میں نے چار بار موقع دیا ہے اب اس کو ایک مہینہ پورا ہو گیا ہے ایک مہینہ یہ اور پورا

کر رہے ہیں ان تاخیری حربوں سے کیا فائدہ؟

میڈم ڈپٹی چیئرمین: بہرہ ور سعید صاحب، آپ نے ایک خاص تاریخ مانگی ہے اور وہ انہوں نے دے دی ہے۔

اخونزداہ بہرہ ور سعید: انہوں نے کون سی تاریخ بتائی ہے؟

میڈم ڈپٹی چیئرمین: انہوں نے آپ کو 11 ، 12 فروری بتائی ہے۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: اس مہینے کے آخر کی کیوں نہیں بتائی؟

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ کو تاریخ بتا دی ہے، پریس نہ کریں۔

اخونزادہ بہرہ ور سعید: ٹھیک ہے جی میں پریس نہیں کرتا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: اگلی تحریک استحقاق نمبر 6 ، میر سہراب خان کھوسو، وہ موجود نہیں اس لئے ان کی تحریک استحقاق ڈراپ ہوگی۔ تحریک استحقاق نمبر 10 میر اعجاز علی خان جتوئی صاحب ۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: آپ کے سیکرٹریٹ والے مہربانیاں کرتے رہتے ہیں میرا نام چینج کرتے رہتے ہیں، یہ تحریک تو میں نے پیش کر دی تھی اور اس دن یہ طے ہوا تھا کہ 11 تاریخ کو میرے پوائنٹ آف آرڈر کا بھی اور تحریک استحقاق کا بھی اقبال حیدر صاحب جواب دیں گے۔

Madam Deputy Chairman: Mr. Iqbal Haider.

Minister for Parliamentary Affairs.

Syed Iqbal Haider: On a point of order. Yes, the honourable member had taken up the issue of the alleged attack or raid on the House of Qubool Shah, on that honourable Minister for Interior will make a statement and on the point of privilege motion, I will take it up and, you may read it and then I will brief you accordingly.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ اس کو پیش کر دیں۔

Mr. Aijaz Ali Khan Jatoi: Madam Chairperson, it was moved on that day.

اس کے بعد محترم وزیر قانون نے یقین دہانی کرائی تھی کہ میں اس کا جواب دوں گا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ دوبارہ پڑھ لیں۔

Privilege Motion Re: non-supply of electricity to a Village recommended by a Senator

جناب اعجاز علی خان جتوئی: میں دوبارہ پڑھ دیتا ہوں۔

I beg to move a privilege motion under rule 61 (a) regarding not providing electricity to village Karim Bux Jatoi, Distt. Larkana recommended by me in the capacity of Member

Senate under Senators village electrification Programme 1992-93 scheme, even after 2 years. The village is being victimized because it is named after my late grandfather and also that I am member of the Opposition in the Senate. It is therefore, clear breach of my privilege as well as of the House. It is requested that the motion be referred to the Privileges Committee.

Syed Iqbal Haider: It is opposed technically. If my learned friend wants, I can make a statement which will satisfy him.

جناب اعجاز علی خان جتوئی: اس دن میں نے یہ بات کی تھی کہ صرف یہی ایک گاؤں نہیں ہے یہ vitimization چل رہی ہے ہم نے PCOs دیئے ہیں وہ بھی نہیں لگ رہے یا تو کہیں کہ ہماری entitlement نہیں ہے محترمہ چیئرمین صاحب! ہم لوگوں کے ساتھ commit کرتے ہیں کہ ہم نے آپ کی یہ سکیم حکومت کو دی ہے پھر جب سکیم approve ہونے کے بعد letters ہمارے پاس پہنچتے ہیں ہم لوگوں کو بتاتے ہیں کہ یہ آپ کی سکیم منظور ہو کر آئی ہے اس کے بعد جب اس پر عملدرآمد نہیں ہوتا تو پھر لوگ سارا وقت ہمارے گاؤں کا چکر لگاتے رہتے ہیں یا تو مہربانی فرما کر بتائیں کہ یہ جو حکومت ہمیں بھیک میں دیتی ہے سیکمز کے لئے پیسے نہ دے وہ اپنی صوابدید پر جو بھی کرنا چاہتی ہے کرے اگر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں اسلام آباد میں بیٹھ کر ہم سب کچھ کر سکتے ہیں تو خدا ان کو مزید توفیق دے وہ سب کچھ کریں لیکن وہاں grass roots پر جو local problems ہوتے ہیں ان کو ہم جا کر دیکھتے ہیں پھر جب ہم recommend کرتے ہیں تو ہم expect بھی یہ کرتے ہیں کہ وہ

سکیمیں complete ہوں گی on appropriate time کی ابھی تک 1991-92 کی
سکیمیں complete نہیں ہوئی ہیں 1992-93 کی complete نہیں ہوئی ہیں
1993-94 کا پھر یہ ڈھونگ رچایا ہے ہم نے پھر schemes روانہ کر دی ہیں
ایک اور امید پر ایک اور آس پر جس طرح بہرہ ور سعید صاحب نے کہا کہ
سکیمیں complete نہیں ہو رہی تو آپ اس کا کوئی طریقہ نکالیں میں سمجھتا ہوں
حکومت یہ سارے فنڈز with-draw کر لے اور کم از کم اخبارات میں آجائے کہ
سینیٹرز اور ممبران قومی اسمبلی کا سکیموں کے بارے میں اب کوئی فنڈ نہیں ہے اور
یہ وفاقی حکومت کی صوابدید پر ہے یا صوبائی حکومتوں کی ہے ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔
میں سمجھتا ہوں کہ 1992ء کی سکیمیں نامکمل پڑی ہوئی ہیں سکولز نامکمل پڑے ہوئے
ہیں محترمہ چیئرمین صاحبہ Basic Helth Units, Dispensaries یہ ساری کی
ساری نامکمل پڑی ہوئی ہیں کون سا قصور کیا ہے لوگوں نے کون سا قصور کیا ہے
عوام نے، کون سا قصور کیا ہے ہم نے، میں یہ نہیں کہوں گا کہ صرف اس
حکومت نے کیا ہے یہ سابقہ حکومت نے بھی کیا ہے میں امید کرتا ہوں کہ یہ
مہربانی کرکے ایک policy statement دے دیں اس ملک کے ساتھ ظلم ہے کہ
کوئی پتہ نہیں anarchy میں ہیں government بھی anarchy میں ہے لوگ
بھی anarchy میں ہے محترم چیئرمین صاحبہ! میں صرف link up کرنا چاہتا ہوں
کہ آخر کار کہیں تو line draw کرنی پڑے گی اگر ہم بالکل اس طرح سے چلتے
رہے تو خدا خیر کرے اگر Soviet Union ٹوٹ گیا ہے تو پھر اس ملک کا
خدا ہی حشر کرے گا میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک policy statement دیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: اقبال حیدر صاحب۔

Syed Iqbal Haider: Madam Chairperson, my learned friend has rightly expressed concern about the anarchy and I

must assure him that the anarchy era is over with the exit of the previous government. The complaint is really unfortunate that the honourable member's schemes for 1991-92 and 1992-93 still remain incomplete, and I really appreciate his feelings that the Government at that time in 1991-92, 1992-93 treated these schemes as a sort of charity and a tool to influence the opinion of the Members of the August Houses which in itself, was a breach of Privilege and a disrespect to this House and the Members. All these schemes of the honourable Members pertain to the period of the Government of which the honourable member is now a very worthy member of that party. Now, all these complaints relating to that government, in actual fact, relate to the government of Mr. Nawaz Sharif and not to our Government.

The next point is that, of course, this business of treating honourable Members like a charity. We are not going to inherit such unpleasant and condemnable policies, let me assure you that. We treat our honourable Members of the Senate as well as the Members of the National Assembly with the respect that they deserve and they command and they are Members of the supreme institution of the country. Any kind of victimization or any time of disrespect to them I will resist it to their name and let me assure you that any kind of fair complaint from any Member may it be from National Assembly

or of the Senate will be looked into and I will make all efforts, it is my personal obligation to make sure that their genuine, reasonable and fair complaints are rectified without any delay.

With regard to the privilege motion, this was my policy statement. The privilege motion which has been filed by the honourable member relates to supply of electricity to village Karim Bakhsh Jatoi. This scheme was recommended by the honourable Member in 1991-92. Unfortunately it was neglacted and disregarded because the honourable Member was a Member of the Opposition. Now, the factual position is that six villages for electrification during 1991-92 and 1992-93 were recommended. Funds of 3 million earmarked for the year 1991-92 and 1992-93 out of which the work on five villages was taken in hand. The sixth village that is the village named after Mr. Karim Bakhsh Jatoi the ancestor of the honourable Member, was surveyed and found feasible and now 20% of the electrification work on this village has been completed by WAPDA and for the remaining work, orders have been issued to WAPDA to accelerate the completion of the sixth village as well which has been very rightly complained by the honourable Member. We have already issued orders to accelerate the work on the sixth village for electrification. That was recommended by the honourable Member and it shall be expedited and I

would be happy if my honourable Member keeps me informed about the progress of the work. If he is not satisfied with the work I will make further investigations but we do not believe in using these development schemes as the arm twisting of the members.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب اعجاز جتوئی صاحب اس سٹیٹمنٹ کے بعد کیا آپ پریس کرتے ہیں؟

جناب اعجاز علی خان جتوئی: محترمہ چیئرمین صاحبہ! میں وزیر موصوف کا مشکور ہوں کہ انہوں نے حقائق کو تو بیان کئے وہ 20 فیصد کام پر جو بتا رہے ہیں کہ اب واپڈا نے کیا ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ بجلی پول چار سال سے وہاں پڑے ہوئے ہیں۔ اور وہاں پر کوئی کام نہیں ہو رہا۔

The Governments keep on coming and going. The state is responsible.....

یہ جو past وقت والی بات ہے اگر میں ان کو بتا دوں کہ جناب میں 1988ء میں جب پہلے سینیٹر ہو کر آیا تھا ......

میڈم چیئرپرسن: ان کی statement سے آپ مطمئن ہیں کہ نہیں۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: میں صرف یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ 1988ء میں جب ان کی گورنمنٹ بنی تھی انہوں نے آتے ہی ہماری سکیمیں ختم کر دیں اس وقت یعنی جونیجو صاحب کے وقت میں آپ کو یاد ہوگا پانچ پانچ ملین (کی سکیموں کے لئے) ہر ایک ممبر پارلیمنٹ اپنے علاقہ کے لئے entiteled تھا۔ اور وہ ہماری سکیمیں جو تھیں وہ آتے ہی انہوں نے مہربانی کر کے بند کر دیں ۔

تو کہتے ہیں کہ ہم victimization نہیں کرتے ہیں میں ان کو یہ کہتا ہوں کہ میں نے تو various گورنمنٹ کا کہا ہے میں نے اس لئے یہ لفظ استعمال کیا۔ کہ گورنمنٹ تو ذمہ داری ہوتی ہے اس tenure کے لئے لیکن سٹیٹ کی بھی تو کوئی ذمہ داری ہے اگر we just keep on passing تو بس میں سمجھتا ہوں کہ state کی ذمہ داری ساری ختم کر دیں پھر کل کو سیکم یہ بند کردیں کل آنے والے ان کی سکیمیں بند کر دیں گے تو پھر محترمہ ملک نہیں چل سکے گا۔ یہ اتنی پولورائزیشن ہوگی کہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کے بعد پھر پاکستان As Pakistan one state نہیں چل سکے گا پھر یہاں یہ ایسا کریں کہ پھر اس کو کنفڈریشن کر لیں اور پھر یہ decentrlized state کر دیں تاکہ چاروں صوبے اپنی قسمت پر جا کر خود ماتم کریں کہ 1940ء کی قرار دادا کے مطابق ہم کیوں اکٹھے ہوئے ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: اچھا تو آپ press نہیں کرتے اب ان کی سٹیٹمنٹ کے بعد ...

جناب اعجاز علی خان جتوئی: نہیں کرتا جناب۔

Madam Chairperson: Not pressed.

اب جنرل نصیر اللہ بابر صاحب آپ پوائنٹ آف آرڈر پر سٹیٹ منٹ دینا چاہتے ہیں۔

Maj.Gen. (Retd.) Naseerullah Khan Babar: Qabool Shah has taken a loan about seven and a half lakh in the name of himself, his family, children. He had defaulted this once in 1989. He was supposed to pay the first instalment in 1990 but he failed to do so. So, the Agricultural Development Bank under the rules proceeded against him as a

revenue default and they wanted to make the recoveries. When they went there they were not present. So they took into custody five vehicles that were in the outside not in the House. It was outside the House. No body was present there and they took into custody some of the vehicles that were parked there. This is the information. So, he had defaulted under the rules of the Agricultural Development Bank and the loan has not been paid.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جناب۔ اعجاز علی جتوئی صاحب۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: میں سمجھتا ہوں محترمہ جنرل صاحب کو بڑا misguide کیا جاتا ہے پتہ نہیں کیوں سندھ گورنمنٹ ان کے پیچھے پڑی ہوئی ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: ابھی انہوں نے ساری تفصیل تو بتا دی ہے۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: میں بتاؤں کہ کیا پرابلم ہے I show on record میرے پاس اخبار کا تراشہ پڑا ہے۔ یہ on record ہے کہ یہ تقاوی قرضہ تھا نو لاکھ روپے کا ADBP کا قرضہ نہیں تھا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ADBP اور تقاوی قرضہ میں ذرا فرق کریں۔ اور یہ avail ہوا تھا 1992ء میں تقاوی قرضہ کی قسط شروع ہوتی ہے 3 سال کے بعد ابھی تو ایک سال بھی نہیں گزرا ہے۔ محترمہ! میرا خیال ہے کہ جنرل صاحب کے شاہ صاحب سے تعلقات کوئی اچھے نہیں ہیں آج کل وہ شاید ان کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ جنرل صاحب ہٹ جائیں یہاں سے، محترم جنرل صاحب آپ کو misguide کیا گیا ہے اور میں

چیلنج کرتا ہوں اس statement کو اور میں کہتا ہوں کہ بالکل لائیں اس کو فلور آف دی ہاؤس پر اور کمیٹی بنائیں یہ ADBP کا قرضہ نہیں تھا- میں بالکل چیلنج کرتا ہوں آپ انکوائری کریں یہ تقاوی قرضہ تھا 9 لاکھ اور 9 لاکھ بھی نہیں ہے وہ لیکن ڈپٹی کمشنر نے پوری فیملی اس کے بھائی اس کے کزن، اس کے سارے ملا کر، 1992ء میں avail کیا گیا ہے کیا تقاوی قرضہ کی ریکوری اس طرح کرتے ہیں آپ کے ساتھ پولیس والوں کو لے جا کر چھاپہ ماریں گے کون سا قانون ہے ڈگری پاس ہوئی تھی کورٹ سے- یا گورنمنٹ کورٹ میں گئی تھی میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جو بنکنگ رولز ہیں یا کوئی کوڈ ہے تو کیا کوئی ڈگری پاس ہوئی تھی کس ٹربیونل سے ہو یا کسی کورٹ سے نہ ڈگری پاس ہوئی تھی- نہ کوئی آرڈر پاس ہوا تھا جو ان کے پاس ہوتا law fully پھر آپ کو کس نے بھیجا پھر تو ساؤتھ امریکہ اور اس میں فرق تو نہ ہوا- یہ تو میں سمجھتا ہوں وہی انارکی کی سٹیٹ ہے جس کو مرضی آئے مار دو جس کو مرضی آئے کھڑا کردو، جس کو مرضی آئے پھانسی کا پھندا دے دو- یہاں تو ڈگری ہوگی گورنمنٹ کے پاس وہ بتائیں on the record ہوگا اور آرڈر کس نے پاس کیا ہے یہ بھی بتائیں آرڈر کس نے پاس کیا ہے کہ جائیں اور چھاپہ ماریں- کیا ADBP نے کہا تھا انہیں-

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جناب، جناب جنرل صاحب اس کے بعد آپ پوری تفصیلات لے لیں گے-

Maj. Gen. (Retd) Naseerullah Khan Babar: I will get further information because the main point is that how Qabool Ahmad Shah's privilege breached when he is not even a Member of this House. He was on ex-MPA.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جی! جناب اگلی چوہدری شجاعت حسین صاحب

اعجاز صاحب انہوں نے اب statement دے دی ہے آپ کو بولنے کا چانس دے دیا گیا۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: وہ تو اور بات تھی میں آپ کو عرض کروں کہ کیا 12 کروڑ آدمی پارلیمنٹ کے ممبر ہیں۔ کیا کوئی ان کا حق نہیں ہے مسلمان کی حیثیت سے جس آئین میں Freedom of Association اور freedom of Press کے حق کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ کیا وہ جو ممبر رہ چکے ہیں۔ ان کا کوئی حق نہیں یہ جو یہاں بیٹھے ہیں ان کو کس نے بھیجا ہے۔ اسی عوام نے بھیجا ہے جن کے حقوق کی نفی کر رہے ہیں۔ ممبر پارلیمنٹ جھنڈا لگا کر گھومتے ہیں ان کا استحقاق بنتا ہے تو عوام کا کیوں نہیں بنتا۔ یہ میں نے مسلمان کی حیثیت سے اور سابق ممبر آف پارلیمنٹ کی حیثیت سے دیا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: اعجاز صاحب آپ تشریف رکھیں (مداخلت) جناب چوہدری شجاعت حسین صاحب اگلی تحریک استحقاق نمبر 12 چوہدری شجاعت صاحب جی۔

چوہدری شجاعت حسین: محترمہ چیئرپرسن صاحبہ! میں ایوان کی توجہ وزیر قانون کے 5 اور 6 جنوری کے بیانات کی طرف دلانا چاہتا ہوں، جس کا تعلق کوآپریٹو کے سوال سے تھا، 6 جنوری کو انہوں نے اسے یہاں توڑ مروڑ کر پیش کیا۔ 5 جنوری کو انہوں نے بیان دیا تھا کہ چوہدری شجاعت حسین یا اُن کے برادر محترم چوہدری پرویز الٰہی یا چوہدری شجاعت حسین صاحب کے صاحب زادے، صاحبزادیاں اور ان کی بیگم کا نام cooperative defaulters میں نہیں ہے، لیکن 6 جنوری کو میری عدم موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہوں نے ایک بیان میں میرے سوال پر جو کہ کوآپریٹو کے متعلق تھا بات کرنے کی بجائے دیگر بینکوں کے بارے میں ایک بیان دیا جو کہ اصل موضوع سے بالکل مختلف تھا اور اس کی تشہیر بھی خبرنامے میں غلط رنگ میں کی گئی۔ جس سے میرا اور اس ایوان کا استحقاق مجروح

ہوا، یہ ایک انتہائی اہم معاملہ ہے لہذا میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ ایوان کی معمول کی کارروائی روک کر فوری طور پر اس پر بحث کی جائے۔ اور اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جی اقبال حیدر صاحب جواب دیں گے؟

سید اقبال حیدر: جی محترمہ میں اسے very strongly oppose کرتا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب چوہدری صاحب آپ ذرا detail میں بات کریں۔

چوہدری شجاعت حسین: محترمہ چیئرپرسن صاحبہ! میں اس ہاؤس کو، آپ کو، اور وزیر قانون کو بھی کہوں گا، اور لیڈر آف دی ہاؤس یہاں پر موجود نہیں ہیں، میری ان سے بھی گزارش ہے کہ وہ اگر میری بات توجہ سے سن لیں تو پھر ساری حقیقت ان کے سامنے آجائے گی۔ 6 تاریخ کو انہوں نے کہا کہ میں نے 5 تاریخ کو یہ کہا ہے، میں جناب والا! لفظ بہ لفظ صرف ان کا بیان پڑھنا چاہوں گا، 5 تاریخ کو یہ کہتے ہیں، "محترمہ چیئرپرسن صاحبہ! ان سے میں نے بات کر لی ہے، (یہ میں نے آپ کے آفس سے لیا ہے) ان کو مطمئن کرنے کے لئے تفصیلی بیان دوں گا، اور جو مقصد چوہدری صاحب کا ہے وہ ہمارے محترم ممبر ہیں، جو تفصیلات مل گئی تھیں، بہت زیادہ تھیں، تو میں نے چوہدری صاحب سے بات کی ہے، میں فلور پر سٹیٹمنٹ دیتا ہوں کہ کوآپریٹو سوسائٹیوں کے defaulter جو ہیں ان میں چوہدری شجاعت حسین صاحب، یا ان کے صاحبزادے یا محترم چوہدری پرویز الہیٰ صاحب یا چوہدری صاحب کے صاحبزادے یا صاحبزادی یا ان کی بیگم کے نام نہیں ہے،" یہ جناب انہوں نے کہا تھا۔ ان کی کمپنی نے loan لیا تھا وہ Loan بھی ADBP اور SMR کے ذریعے انہوں نے واپس کر دیا تھا تو cooperative

socities defaulters list میں چوہدری صاحب کا ذاتی نام نہیں ہے، باقی نہ ان کے بچوں کا نام ہے، نہ ان کے بھائی پرویز الٰہی کا نام ہے، defaulter میں نہیں ہے بلکہ (جناب یہ غور سے سننے والی چیز ہے) یہ کہتے ہیں بنکوں کے متعلق، بنکوں میں کیا default ہوا ہے اس کا مجھے علم نہیں ہے، ADBP اور DFIs اور بنکوں کے کتنے قرضے ہیں اس کا مجھے علم نہیں ہے، دونوں جگہ کے اوپر یہ کہتے ہیں کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے، اور نہ ہی انہوں نے اس طرح مانگا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ یہ statement میرے محترم ممبر کو مطمئن کر دے گی، یہ جناب والا! بیان انہوں نے اس دن دیا تھا، دوسرے دن چونکہ انہوں نے اپنے ضمیر کے خلاف بات کرنی تھی تو انہوں نے انگریزی کا سہارا لیتے ہوئے یہ بیان دیا، یہ میں بھی پڑھنا چاہوں گا، اس دن چیئرمین صاحب بیٹھے ہوئے تھے، فرماتے ہیں۔

Mr. Chairman,"I like to put the record straight and very clear, there have been some misreporting. I had said " that although Ch. Shujat Hussain's personal name or name of his brother, or his wife, or his children does not appear in the names of defaulters of the cooperatives, but the amounts due to the cooperative were settled by them after obtaining heavy amount of loans form various nationalised or government owned banks, and other banks and the departments as a defaulter to the bank. They still appear as a defaulter to the banks and not to the cooperatives, but the newspapers have only published one sentence that Ch. Shujat Hussain Sahib and his brother are not defaulter in the cooperatives. The remaining portion has not been highlighted that those defaults of the cooperative are covered by them by borrowing crores of rupees

from banks and they remain defaulters to the banks.

محترمہ! میں یہ کہنا چاہوں گا کہ یہ دونوں بیان میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیئے ہیں، انہوں نے کہا ہے کہ 6 تاریخ کو انہوں نے جو بیان دیا ہے اس ہاؤس کے اندر، اس میں انہوں نے کہا ہے کہ میں نے 5 تاریخ کو یہ بات کہی تھی، تو 5 تاریخ والا بیان میں نے پڑھ دیا ہے، 6 والا بیان بھی میں نے پڑھ دیا ہے اس میں انہوں نے کہا کہ میں نے یہ کہا ہے۔ آپ خود اندازہ لگا لیں، میں اس کی کاپیاں بھی آپ کو دے دیتا ہوں کہ 6 تاریخ کو جو انہوں نے بیان دیا ہے وہ 5 تاریخ والا بیان ہے یا اس سے مختلف ہے۔ اس لئے میں گزارش کروں گا کہ اسے پریویلج کمیٹی کے پاس بھیج دیا جائے اور اسے زیادہ آگے نہ بڑھایا جائے، ورنہ میرے پاس اس وقت جناب اصل defaulters کے ایسے ایسے ثبوت تصویروں اور ڈگریوں کے ساتھ موجود ہیں کہ وہ اگر میں نے ہاؤس میں پیش کر دیئے تو یہ جو pillers ہیں ناں یہ ہل جائیں گے، اس لئے میری یہ گزارش ہو گی کہ اس کو یہ چپ کر کے پریولجز کمیٹی کے پاس بھیج دیں، ان کے لیڈروں کی عزت جو ہے، ان کے لوگوں کی عزت جو ہے وہ محفوظ رہے گی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب قاضی حسین احمد صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر جی۔

قاضی حسین احمد: جناب چیئرپرسن صاحبہ! یہ سٹیٹمنٹ جو ہے کہ میرے پاس وہ ثبوت موجود ہیں اگر میں نے پیش کر دیئے تو سب ہل جائیں گے، اس سٹیٹمنٹ کی بجائے ان کا فرض ہے، کیونکہ یہ قومی امانت بھی ہے اگر ان کے پاس موجود ہے تو ان کو ضرور پیش کرنے چاہیئں، ایوان میں بھی اور اخبارات میں بھی ورنہ اس طریقے سے بات کرنے سے سارے لوگ مشکوک ہو جاتے ہیں، اور یہ بالکل clear cut ان کا قومی فرض ہے حکومت کا بھی فرض ہے کہ

پیش کرے اور یہ بددیانتی ہے، خیانت ہے کہ قوم کی دولت کسی کے پاس ہو اور اس کو پتہ ہو اور وہ لوگوں کو سامنے نہ لائے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جی جناب شیر افگن صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: میری تو ایک گزارش یہ بھی ہے کہ تمام detail جو ان کے پاس ہیں، جہاں سے آئی ہیں، وہ ہمیں بتلائیں پوری، پوری معلومات مہیا کریں، اور چاہیں ایوان ملتے ہیں، جو بلتا ہے ملنے دیں، اور یہ ابھی پیش کریں، اور جو details ہیں ان کے پاس وہ بھی پیش کریں، ہم ان کے شکر گزار ہوں گے۔ اگر نہیں دیتے تو جیسے قاضی صاحب نے کہا ہے کہ میرا breach of privilege ہو گیا ہے، لہذا میں سوال اٹھاتا ہوں، یہ ایڈمٹ کریں۔ اور ان سے زبردستی لیں، آپ لے سکتی ہیں .....

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب قاضی حسین احمد صاحب۔

قاضی حسین احمد: یہ اگر نام دے دیں تو بہت اچھا ہے، یہ بات صاف ہو جائے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: قاضی صاحب آپ تشریف رکھیں، جناب سید اقبال حیدر صاحب۔

سید اقبال حیدر: میں سب سے پہلے، چوہدری شجاعت حسین صاحب نے جو نکتہ اٹھایا ہے، جس کی بات 6 تاریخ کو مجھے وضاحت کرنے کی ضرورت پیش آئی وہ عرض کرتا ہوں محترمہ وہ یہ تھی کہ

half truth was published in the newspapers. Some newspapers

had carried my whole statement also, some did not. That is why I had to clarify that and today also the honourable Member has only read half of my statement, not whole of the statement. And if he had read the whole statement then he did not have to move the privilege motion. The portion that honourable Member has not read is,

میں یہ کہوں گا کہ چوہدری صاحب نے، ان کی کمپنی نے قرضے تو چکا دیئے، کس انداز سے اور کس طریقے سے چکائے ہیں، اور مزید دوسرے قرضے کتنی دوسری بنکوں سے لئے ہیں، اس کی بھی تفصیلات میں آپ کو دینے کے لئے تیار ہوں، اور میں آپ کو یہ کہوں گا کہ کوآپریٹو کے ایشو پر، اور بنکوں کے نادہندگان کے ایشو پر، نہ صرف یہ کہ یہاں پر مکمل لسٹ پیش کی جائے، بلکہ اس کے اوپر مکمل بحث ہو۔ جناب اس میں کس کس نے مراعات حاصل کی ہیں، میرے دوست مندوخیل صاحب نے کہا کہ کسی کی توہین ہوئی ہے وہ بھی تعین کیا جائے کہ آیا واقعی کسی راہنما کی توہین ہوئی ہے یا اس نے یہ تو نہیں کیا کہ زید کی جیب سے پیسے نکال کر بکر کی جیب میں ڈال دیئے۔ ADBP بنک کا تو میں نے پہلے ہی کہا تھا کہ آپ نے اس کے قرضے لے کر دیئے ہیں، تو معزز ممبر کی توہین کا پہلو تو کہیں سے نکلتا ہی نہیں ہے، یہ بات تو میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کیونکہ یہ باتیں اتنی وضاحت سے نہیں آئی تھیں اس لئے مجھے ضرورت محسوس ہوئی کہ میں 6 تاریخ کو انہیں باتوں کو دہراؤں اور دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی نکالنے کے لئے ہم بالکل تیار ہیں۔ جس طرح قاضی صاحب نے بھی فرمایا اور دیگر ممبران نے بھی، بالکل جناب تمام بینکوں سے قرضے لئے گئے، کتنے لئے گئے، کتنے معاف ہوئے، میں تو چاہوں گا کہ قانون میں ترمیم کی جائے، میں تو کہتا ہوں کہ 85ء سے لے لئے جائیں تمام قرضے، کتنے قرضوں کو معاف کیا گیا، کتنے لوگوں نے قرضے لئے تین تین فیصد پر، چھ چھ فیصد پر، سات سات فیصد پر، پھر بعد میں وہ قرضے بھی

نہیں ادا کئے اور جناب ان قرضوں کومعاف کیا گیا پھر ان میں کتنے defaulters ہیں اور محترمہ! بیس بیس کروڑ روپے کا قرضہ ایک دن میں لیا گیا۔ آپ imagine نہیں کرسکتیں یاکوئی بھی معز رکن ان حالات میں اگر اپلائی کرے تو کوئی بنک ایک لاکھ روپے آپ کو نہیں دے گا پچاس ہزار روپے آپ کو نہیں دے گا جس طرح سے ایک ہی دن میں بیس بیس کروڑ روپیہ بنکوں سے نکالا گیا ہے قرضوں کی صورت میں اور ایک قرضے کو چکانے کے لئے دوسرا قرضہ لیا گیا ہے میں نے معزز ممبر کی کوئی توہین نہیں کی یہ جملے یہ الفاظ اس دن بھی میں نے بیان کئے تھے اس ہاؤس میں اسی کو میں نے دوبارہ دہرایا ہے میں امید کرتا ہوں کہ معزز ممبر اپنے اس پریولج موشن کو پریس نہیں کریں گے قانونی طور پر ان کا کوئی پریولج بریچ نہیں ہوا ہے اور رولز کے مطابق یہ پریولج موشن نہیں بنتی۔

چوہدری شجاعت حسین: محترمہ دو سوال اٹھائے گئے ہیں بات کا بتنگڑ بنا کر اور اس کو توڑ موڑ کر پیش کیا گیا ہے اصل مسئلہ صرف کوآپریٹوز کا ہے کوآپریٹوز میں انہوں نے کہا تھا کہ یہ defaulters نہیں ہیں لیکن بعد میں یہ جو کہہ رہے ہیں کہ فلاں قرضے لے لئے، بیس بیس کروڑ کا قرضہ ایک دن میں لے لیا۔ کیا ان سے لے لیا تھا کیا گورنمنٹ کے نیشنلائزڈ بنکوں سے لیا تھا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: نہیں آپ اسے پریس کر رہے ہیں؟

چوہدری شجاعت حسین: جناب والا! جب ایک ایشو کھڑا ہو چکا اور ایک ایشو اب قاضی صاحب نے بھی کھڑا کر دیا ہے تو میں محترمہ! ایک ہی مثال دوں گا۔ چونکہ میں زیادہ دور نہیں جانا چاہتا ....

میڈم ڈپٹی چیئرمین: نہیں پہلے آپ اس کی بات کریں کیا آپ اس کو پریس کرتے ہیں؟

چوہدری شجاعت حسین: جی میں اس کو پریس کرتا ہوں ضرور پریس کروں گا میری گزارش یہ ہے جو کہ آپ ضرور سننا چاہیں گی، ابھی انہوں نے یعنی وزیر صاحب نے خود کہا ہے کہ ہاؤس میں آپ بتائیں .....

میڈم ڈپٹی چیئرمین: نہیں میری بات یہ ہے کہ اس سٹیٹ منٹ کے بعد آپ اس موشن کو پریس کرنا چاہتے ہیں۔

چوہدری شجاعت حسین: ہر صورت میں، ہر صورت میں، میں اسے پریس کر رہا ہوں کیونکہ میں حق پر ہوں میں نے اس کو ضرور پریس کرنا ہے کیونکہ وہ اب ابھی بھی غلط بیانی سے کام لے رہے ہیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: تو پھر آپ تشریف رکھیں چوہدری صاحب میں نے یہ ریکارڈ دیکھنے کے لئے پورا ریکارڈ منگوایا ہے اس وقت میں رولنگ ریزور رکھتی ہوں۔ میں ان دونوں صاحب کی سٹیٹ منٹ پڑھ کر اس کے بعد رولنگ دوں گی۔ جناب پوائنٹ آف آرڈر چوہدری شجاعت صاحب۔

چوہدری شجاعت حسین: محترمہ چونکہ وزیر صاحب نے بھی اور قاضی صاحب نے بھی ایک چیلنج کیا ہے تو میں دور کی بات نہیں کرتا۔ محترمہ میں چھوٹی سی گزارش کرنا چاہوں گا آپ کی توجہ بھی چاہوں گا اور اس کی کاپیاں میں آپ کو بھی وزراء کو بھی لیڈر آف دی ہاؤس کو بھی انٹریئر منسٹر کو بھی اس وزیر صاحب کو بھی ابھی فراہم کر دیتا ہوں۔ کیونکہ یہ ابھی واقعہ زیر بحث آنا ہے،

انہوں نے کہا ہے مجھے explain کرنے کے لئے، 13 تاریخ کو محترمہ گجرات جا رہی ہیں وہاں پر ان کو receive کرنے کے لئے جس شخص نے جانا ہے اس کا بھائی محترمہ کے ساتھ 5 تاریخ کو ذوالفقار علی بھٹو کی سالگرہ پر اس کے کندھے کے ساتھ اس طرح کھڑا ہے جیسے ان کا اے ڈی سی کھڑا ہو اور جیسے کہ کسی کا اے ڈی سی کھڑا ہو ....

محترمہ ڈپٹی چیئرمین: چوہدری صاحب ذرا سا اس ہاؤس کے رولز اور decorum کا خیال رکھیں اگر میں بات کروں تو آپ سن لیا کریں۔ آپ نے اگر کوئی موشن موو کرنی ہے تو آپ اس کو موو کریں پوائنٹ آف آرڈر پر آپ کیا بحث کر رہے ہیں۔

چوہدری شجاعت حسین: نہیں جی وہ کہتے ہیں کہ پیش کریں میں اس کو پیش کرنا چاہتا ہوں۔

محترمہ ڈپٹی چیئرمین: تو آپ یہ کریں کہ ان سب کو provide کر دیں۔ لیکن پوائنٹ آف آرڈر پر آپ اس ایشو کو کیا لیں گے۔ چوہدری صاحب پلیز آپ تشریف رکھیں۔ جناب فضل آغا صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

(مداخلت)

انجینئر سید محمد فضل آغا: شکریہ محترمہ چیئرمین صاحب عرض یہ ہے کہ اس ہاؤس میں بار بار یہ ڈیمانڈ کی گئی ہے اور قاضی صاحب نے آج پھر کہا ہے کہ اس تمام مسئلے کو ہاؤس کی میبل پر رکھا جائے تاکہ defaulters کا صحیح معنوں میں پتہ چلے کوآپریٹوز میں کون defaulter ہے، تاج کمپنی میں کون ہے، بنکنگ کونسل میں کون ہے، بنکوں میں کون ہے اور اقبال حیدر صاحب اس ہاؤس

میں commit کر چکے ہیں تو کیوں نہ اس معاملے کو فلور پر لائیں۔ تاکہ یہ مسئلہ صحیح ہو، یہ بھی گزارش کروں گا کہ ابھی گلزار صاحب نے وہ بات فرمائی تھی کہ چھ سو آدمی سعودی عرب وغیرہ میں.... میرے خیال میں وہ ریکروٹنگ ایجنسیاں جو ہیں ان کے ساتھ حساب ہونا چاہیئے کہ کون کون سی ایجنسیاں ہیں جو ان کو بھجواتی ہیں میں نہیں سمجھتا کہ ہاؤس میں کوئی ممبر ایسا ہوگا جو ان میں سے کسی ایجنسی کا مالک ہوگا۔ ان سارے معاملات کو بڑے غور سے لینا چاہیے بجائے اس کے کہ کوئی اس کو ایڈورٹائز کرے شکریہ۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جناب عبدالرحیم خان مندوخیل ۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: محترمہ ڈپٹی چیئرمین صاحبہ! یہاں مختلف اطراف سے بڑی دلیری سے الزامات لگائے جاتے ہیں کہ لوگوں نے بنکوں سے قرضے لئے ہیں اور وہ defaulters ہیں اور خاص طور پر سیاسی لحاظ سے عوام کے سامنے ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالا جاتا ہے لیکن جیسے کہ قاضی صاحب نے فرمایا یا دوسرے محترم دوستوں نے فرمایا facts یہاں نہیں لائے جاتے۔ ہم یہاں درخواست کرتے ہیں کہ جیسے چوہدری شجاعت صاحب نے ابھی کہا یا شیر افگن صاحب نے کہا کہ واقعی گورنمنٹ defaulters کی پوری لسٹ یہاں لائے یا اگر چوہدری شجاعت صاحب کے پاس ہے تو بجائے اس کے کہ ہم یہاں یہ کہیں کہ میرے پاس ایسا کچھ ہے اگر میں نے یہ نکالا تو پھر ایسا ہوگا عرض یہ ہے کہ یہ صحیح بات نہیں ہے بات یہ ہے کہ facts لے آئیں ہم کوئی بات نہ گورنمنٹ کی مانتے ہیں نہ اپوزیشن کی کسی نے کسی پر الزام لگایا ہے جو کچھ سچ یہاں لایا جائے گا اس کو ہم تسلیم کریں گے۔ جناب چیئرمین میری درخواست یہ ہے کہ جو کچھ ہے اس کو ٹیبل کیا جائے۔ آپ رولنگ اس حوالے سے دیں، ان کو ہدایت دے دیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب شیر افگن صاحب آن پوائنٹ آف آرڈر۔

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: Madam Chairperson, under Rule 61 which I can put before you.

رول 61 میں یہ provided ہے کہ اگر کوئی اس قسم کا مسئلہ ایوان میں پیدا ہو جائے جو بریچ آف پریولج بنے تو آپ فوراً ہی raise کر سکتے ہیں اس کے لئے نوٹس کی بھی ضرورت نہیں ہے اس کے ساتھ چونکہ ایک الزام لگایا گیا ہے جس سے توہین ہوئی ہے اور استحقاق مجروح ہوا ہے تو میں question of privilege آپ کے سامنے raiseکرتا ہوں ایک معزز رکن نے یہ الزام لگایا ہے کہ قرضے لئے گئے ہیں اور بہت سارے ایسے قرض دار ہیں کہ اگر میں ان کے نام بتا دوں تو ایوان ہل جائیں گے اس سے شک و شبہ پیدا ہوچکا ہے لہذا میری آپ سے استدعا ہے کہ

It should be taken as a regular question of privilege and be admitted in the form of a motion and be referred to the Privileges Committee and the document amount which he has committed on the floor, should be given to this August House and that document must be sent to the Privileges Committee.

Madam Deputy Chairman: Dr. Sahib, listen, I know that you are a member of the Parliament but you are not member of the Senate.

تو آپ کا پریولج سینٹ میں کیسے بریچ ہوا۔

you are a Member of the Parliamet. He said

ممبر ہینٹ ہل جائیں سینٹ ہل جائے گا۔

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی : محترمہ آپ آئین کا آرٹیکل 57 پڑھیں۔

57 Article of the Constitution is quite clear and according to that I can't give my vote here but I can speak about anything which is concerned with this August House.

پھر ہم کیسے بیٹھے ہیں یہاں پر، اگر میں ممبر کی حیثیت میں نہیں ہوں یا آپ آرٹیکل 57 پڑھیں

محترمہ ڈپٹی چیئرمین: شیر افگن صاحب آپ writing میں دے دیں -

Dr. Sher Afgan Khan Niazi : No, no, it can be raised in the form of a question........

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ writing میں دے دیں۔ آپ مجھے اس وقت نہ پڑھائیں میں رولنگ دے رہی ہوں کہ آپ in writing مجھے دے دیں۔

Dr. Sher Afgan Khab Niazi: No, no, I have put before you a question of privilege according to the Rule. It is correct. It may be admitted all at once.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: ۔ آپ رول 61 پڑھیں جی

A member wishing to raise a question of privilege shall give notice in writing to the Secretary before the commencement of the sitting on the day the question is proposed to be raised. If the question raised is based on the document, the notice shall

be accompanied by the document or its copy indicating the specific breach of privilege of the member of the House or its committee:

Provided the Chairman may if he is satisfied about the urgency of the matter, allow a question of privilege to be raised at any time during the course of a sitting after the disposal of the questions.

آپ writing میں دیں جی-

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: No Madam, the House is going to be prorogued and I raised it according to the proviso of Rule 61, as it happened on the floor of the House, it is a matter of urgent importance.

یہ میرا قانونی حق ہے جو آپ مجھے دیں گی-

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ لکھ کر دیں جی، میں رولنگ دیتی ہوں-

ڈاکٹر شیر افگن خان نیازی: آپ ابھی accept فرمائیں یہاں پر، وہاں exeuption ہے کہ not in writing.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: پلیز آپ لکھ کر دے دیں-

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: It is not required that I should give anything in writing.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شیر افگن صاحب آپ ہاؤس میں کیا situation create کرنا چاہ رہے ہیں؟ میں نے آپ سے کہہ دیا ہے آپ لکھ کر دے دیں۔

Dr. Sher Afgan Khan Niazi: No. I would not under law when a thing happens on the floor of the House, no notice is required, nothing in writing is required.

میڈم ڈپٹی چیئرمین: میں آپ کو اجازت نہیں دیتی، لکھ کر دینا ہے تو آپ دے دیں۔ جناب حافظ حسین احمد پوائنٹ آف آرڈر۔

حافظ حسین احمد: شکریہ محترمہ میں نے تحریری طور پر آپ کو تحریک استحقاق دی ہے یا تو اسے قبول کریں یا ان کو فیصل مسجد بھیج دیں، وہ سب حلف اٹھائیں گے اور حلف نامہ داخل کریں گے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جی آج بھی ہے۔

حافظ حسین احمد: کس کس نے قرضے لئے ہیں؟ یہ مجھے پڑھنے دیں میں نے تحریر طور پر دیا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جناب، سعید قادر صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔

Lt.Gen.(Retd.) Saeed Qadir: Madam Chairperson, Rule 61 is quite clear, I do not understand why the Minister doesn't understand simple english. It says:

"Provided that the Chairman may if he is satisfied...." Now, you are not satisfied, you told him so, if he doesn't understand English he should be given some lessons in english.

Madam Deputy Chairman: Thank you. Zarif Khan Mandokhel on a point of order.

جناب ظریف خان مندوخیل: جناب چیئرمین صاحب میرے خیال میں کوآپریٹوز اسکینڈل کو اقبال حیدر صاحب ٹال رہے ہیں۔ 26 تاریخ کو سینٹ کا اجلاس شروع ہوا اور آج 11 تاریخ ہے ، ان پندرہ دنوں میں اس کام کو کیوں نہیں کیا گیا؟ چاہے لسٹ شائع کریں کہ کن لوگوں کے ناموں پر قرضے ہیں؟ کن کے نام نہیں ہیں؟ مختلف حکومتیں آتی ہیں لوگوں کو ڈرانے دھمکانے کے لئے طریقے اب پرانے ہو چکے ہیں۔ مہربانی کریں یہ لسٹیں شائع کی جائیں۔ چوہدری صاحب کے نام پر ہیں، میرے نام پر ہیں، یا کسی اور کے نام پر ہیں۔ جب ہم دوسرے سیشن میں آئیں گے اقبال حیدر صاحب پھر باور کرائیں گے کہ انشاء اللہ ہم جلد سے جلد یہ شائع کرائیں گے۔ یہ کوآپریٹوز سکینڈل کے متعلق ہم نگران حکومت سے سن رہے ہیں۔ ان کی لسٹیں ہر ایک ممبر کی ٹیبل پر ہونی چاہیئیں۔ کس نے کتنا لیا ہے؟ کیا لیا ہے؟ ہم سینٹ میں آکر پھر دہراتے رہتے ہیں دیگر کارروائی تو رہ گئی ہم اور کچھ بھی نہیں کر سکتے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: مندوخیل صاحب آپ اپنا استحقاق لکھ کر دے دیں، اس کو داخل کر لیں گے۔ جناب اقبال حیدر صاحب پرسنل ایکسپلینیشن۔

Syed Iqbal Haider: Madam Chairperson, I am on a point of personal explanation that since this House is continuing to discuss the

Presidential Address, under the rules we are not permitted to discuss any other issue on the official business day. Immediately after the conclusion of the debate on the Presidential Address, as I had said on 5th and 6th of January also, I repeat.

میں اپنے معزز رکن کے لئے پھر دوبارہ واضح اردو میں بھی کہتا ہوں کہ اس کے اوپر سیر حاصل بحث ہونی چاہیئے، کوآپریٹوز کے اوپر بھی، defaulter پر بھی اور بنکوں کے قرضوں کے defaulters پر بھی اور اگر کوئی قانونی قدغن بھی لگی ہو کہ جناب یہ فلاں defaulter کے نام ظاہر نہیں کر رہے ہیں یا کوئی اور چیز ہو۔ اس کو بھی waive کریں میں تو ایسی قانونی قدغن کو ہٹانے کے لئے بھی بل پیش کر رہا ہوں۔

defaulters do not deserve any protection.

کسی نے اپنے قرضے waive کرائے ہیں، جس نے تین تین فیصد پر قرضے لئے ہیں۔ اور کروڑوں روپے کے قرضے لئے ہیں ان میں اور پھر 1985ء سے لئے ہیں۔ میں تو چاہتا ہوں کہ سب کا ذکر آئے تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے کہ کن لوگوں نے خزانہ لوٹا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جناب شہزاد گل صاحب پوائنٹ آف آرڈر۔ آپ ہاؤس کو اور کام نہیں کرنے دیں گے۔ پوائنٹ آف آرڈر پر ہی رہیں گے۔ شہزاد گل صاحب جی۔

جناب شہزادہ گل : ہاں جی چیئرپرسن صاحب کہا جاتا ہے کہ موجودہ انتخابات جو تھے وہ صاف اور شفاف انتخابات تھے۔ الیکشن کمیشن نے بھی کہا ہے، لوگ بھی کہتے ہیں حالانکہ انتخابات جو تھے وہ قطعاً صاف اور شفاف انتخابات نہیں تھے۔ یہ ایک disqualification تھی کہ جو لوگ defaulters ہیں وہ قطعاً الیکشن نہیں لڑ سکتے جب تک کہ وہ اپنے قرضے داخل نہ کریں۔ اب کہا جا رہا ہے کہ کوآپریٹوز کے، تاج کمپنی کے ، بنکوں کے defaulters کو سامنے نہ لایا جائے، ہاؤس کے سامنے یا پارلیمنٹ کے سامنے ان کو نہ لایا جائے۔

الیکشن کمیشن اب بھی suo motto اس پر رولنگ دے سکتا ہے کہ یہ لوگ defaulters تھے، اس لئے یہ الیکشن نہیں لڑ سکتے تھے اگر یہ معاملہ ہو جائے تو ایسا ہو جائے گا کہ آدھی قومی اسمبلی کی سیٹیں خالی ہو جائیں گی اور دوبارہ انتخابات کرانا پڑیں گے۔ چاہیئے یہ کہ دیانتدار لوگ پارلیمنٹ میں آئیں اور جن لوگوں نے قرضے ہڑپ کئے ہیں، جنہوں نے وہ ناجائز مراعات حاصل کی ہیں۔ ان کو سامنے لایا جائے تاکہ وہ لوگ آئندہ کے لئے اس قسم کی ناجائز حرکات نہ کر سکیں اور ان سے فائدہ نہ اٹھائیں۔ اور چاہیئے کہ ان کے نام سامنے آئیں۔ اور چاہیے کہ جو اصل لسٹ ہے حالانکہ ریٹرننگ افسروں کے پاس وہ گئی تھی، لیکن اس میں باپ کا نام نہیں تھا، صرف نام تھا، کسی کے باپ کا نام نہیں تھا، کسی کی رہائش کا پتہ غلط تھا۔ مختلف قسم کے گھپلے چلے اور لوگوں نے الیکشن میں حصہ لیااور کامیاب ہو کر آئے۔ حالانکہ وہ اہل نہیں تھے۔

ORDINANCES LAID ON THE TABLE OF THE HOUSE

Madam Deputy Chairman: Item No. 2 - Syed Iqbal Haider.

Syed Iqbal Haider: Thank you, Madam Chairperson. I lay before the Senate the State Bank of Pakistan (Second Amendment) Ordinance, 1993 (XLVIII of 1993) as required by clause (2) of Article 89 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan.

Madam Deputy Chairman: The Ordinance stands laid. Item No. 3 - Iqbal Haider Sahib. Sirtaj Aziz Sahib on a point of order.

جناب سرتاج عزیز: میرا ایک resolution تھا۔

for disapproving it, can that be taken up now?

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ کو جناب سرتاج عزیز صاحب تین دن کے نوٹس پر resolution پیش کرنا چاہئے تھا۔ یہ تو آپ اب سامنے لے کر آئے ہیں۔

جناب سرتاج عزیز: یہ lay کرنا ضروری ہے کہ نہیں ہے؟ میں نے تو 3 جنوری کو یہ notice دیا تھا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: وہ تو رولنگ چیئرمین صاحب نے reserve رکھی ہوئی تھی۔ تو جناب اقبال حیدر صاحب اس پر آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟ آئٹم نمبر2 پر جو سرتاج عزیز صاحب نے پوائنٹ موو کیا ہے جی .....

Syed Iqbal Haider: First of all, since it is laid now, and the resolution, if any, to disapprove this Ordinance can only be moved three days after laying of this Ordinance and not before because it is absolutely clear under the Constitution that no resolution for disapproval or approval can be filed in the Senate or brought for consideration before the Ordinance is laid in the House and the very categorical provision under the rules is that the notice of resolution must be given at least three days before its discussion, and three days are to be counted from the date of laying of that Ordinance. That is one categorical provision under the rules, it cannot be considered now, it has to be taken after this.

Madam Deputy Chairman: Thank you. Next item No. 3 - Syed Iqbal Haider.

THE WEST PAKISTAN FAMILY COURTS (AMENDMENT) BILL, 1994-INTRODUCED

Syed Iqbal Haider: I seek leave to introduce a Bill further to amend the West Pakistan Family courts Act, 1964 (XXXV of 1964) [The West Pakistan Family courts (Amendment) Bill, 1994].

Madam Deputy Chairman: The Bill stands referred to the Standing Committee on Rules of Procedure and Privileges. Next item is No. 4. Maulana Samiul Haq Sahib on a point of order.

مولانا سمیع الحق: محترمہ چیئر پرسن صاحبہ میں تجویز کروں گا کیونکہ یہ بڑا متنازعہ قسم کا بل ہے اس کو اسلامی نظریاتی کونسل میں بھیجاجائے۔ تاکہ وہ شرعاً اس پر اپنی رائے دے۔ آپ اس کو یہاں اچانک لے آئے ہیں۔ میری یہ مخلصانہ رائے ہے کہ اس پر ان سے رائے لے لی جائے۔ اور اس کو پابند کیا جائے کہ وہ جلد از جلد اپنی رائے دے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: اس کو ابھی سٹینڈنگ کمیٹی میں ریفر کیا ہے اس پر وہ رائے دیں گے۔

مولانا سمیع الحق: کم از کم چیئرمین کمیٹی سے رائے لے لیں یہ تو ہو سکتا کہ ان سے رائے لے لی جائے آخر اتنی بڑی کونسل ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: مولانا سمیع الحق صاحب آپ اس پر اپنی تجویز بھیج دیں تو ہم اسے consider کر لیتے ہیں۔ آپ اگر یہی تجویز بھیج دیں۔ اس کو سٹینڈنگ کمیٹی میں بھیج دیتے ہیں۔

مولانا سمیع الحق: میں نے تو بات کر لی ہے اگر وہ یہ تجویز نوٹ کر لیں تو بہتر ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: ٹھیک ہے جی آئیٹم نمبر 6 سید فضل آغا صاحب .... جی چوہدری شجاعت صاحب آن دی پوائنٹ آف آرڈر جی۔

چوہدری شجاعت حسین: مجھے اگر آپ اجازت دیں تو میں لیڈر آف دی ہاؤس کو صرف یہ پیش کرنا چاہوں گا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: چوہدری صاحب آپ ان کو ویسے دے دیں اس وقت نہیں ہوسکتا۔ چوہدری صاحب اس سے پہلے آپ پارلیمنٹ میں رہے ہیں .... جناب فضل آغا صاحب۔

Further discussion on the Presidential Address

انجنیئر سید محمد فضل آغا: بسم اللہ الرحمان الرحیم۔ شکریہ محترمہ چیئر پرسن صاحبہ میں گزارش کر رہا تھا کہ صدر صاحب کے خطاب کے دو حصے ہیں شروع کے حصے میں تو انہوں نے اپنے خیالات، نظریات اور پارلیمنٹ کے ارکان اور صوبائی اسمبلیوں کے ارکان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے کہ ہم نے پارلیمنٹ میں آکر عوامی نمائندے کی حیثیت سے کس طرح بزنس کرنا ہے اور قوم کے وقار اور ان کے بنیادی حقوق کا کس طرح تحفظ کرنا ہے اس سلسلے میں انہوں نے خدمت دیانت اور سیاسی اقدار کا ذکر کیا ہے کہ پارلیمنٹ کے ارکان کی اخلاقی اقدار کیا ہونی چاہیئں، کیا ان کی دیانت ہونی چاہیئے کیا خدمت کرنے کا

طریقہ ہونا چاہئے۔ اور ملک کے آئین کی پاسداری کس طرح کرنی ہے اور سیاسی عقیدے کو کس طرح مضبوط بھی رکھنا ہے۔ یہ جو روز شب کا طریقہ کار ہے اس کے اصلاح کی انہوں نے بات کی ہے۔ انہوں نے اس عوام کی خدمت قانون اور قاعدے کی اور آئین کی پاسداری کی بات کی ہے مرکز اور صوبوں کے متعلق بھی انہوں نے بات کی ہے کہ ان کے درمیان تعلقات کس طرح ہونے چاہئیں۔ تاکہ یہ ایک دوسرے کے ساتھ ہم آہنگ ہو سکیں۔ اور مل کر وفاق کو مضبوط بنائیں اور وفاق کے لئے کام کر سکیں۔ تاکہ ہم اپنی تمام ذمہ داریوں سے عہدہ برآء ہو کر اس قوم کی غربت اخلاقی بدحالی، جہالت، بیماری اور ناخواندگی کو دور کر سکیں۔ آپ دیکھ رہے ہیں کہ عوام کے لئے جو کارروائی ہوتی رہی ہے۔ اور جس طرح حکومت وقت نے عوام کو چلانے کی کوشش کی ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے---- ڈاکٹر صاحب میں گزارش کروں گا آپ سے اور نصیر اللہ بابر صاحب سے بھی کہ یہ statement بڑی important ہے اور آپ آپس میں اپنی باتوں میں لگے ہوئے ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ اس ہاؤس میں اس بحث کا کوئی مقصد ہو سکتا ہے میری گزارش ہے کہ اس ہاؤس میں ڈسپلن باقاعدہ قائم ہو۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: اور یہ درخواست میں بھی آپ سے کرتی ہوں۔ لاء منسٹر صاحب آپ بھی ذرا؟

انجینئر سید محمد فضل آغا: جی بالکل تعمیل ہوگی۔ میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ جب تک ارکان پارلیمنٹ اور ارکان صوبائی اسمبلی اپنی ذمہ داریوں کو بہتر طریقے سے نہیں سمجھ سکیں گے اور اس پر عمل پیرا نہیں ہو سکیں گے اس ملک میں جمہوریت کو پھلنے پھولنے کا موقع نہ دے سکیں گے اس لئے صدر صاحب نے بجا طور پر ہمیں آئینہ دکھایا ہے کہ ارکان پارلیمنٹ اور ارکان اسمبلی کو اور صاحب اقتدار لوگوں کو کس طرح behave کرنا ہے اس میں میں سمجھتا ہوں کہ تین عناصر ہیں ایک تو ایک شخص خود کو قابل سمجھتا ہے اور سامنے لانے کی کوشش کرتا ہے۔ تو انسانی اقدار کو بھی سامنے رکھتے ہوئے اس کو اپنے گریبان میں دیکھنا چاہئے کہ میں کتنا ایماندار کتنا دیانتدار ہوں اور کس طرح میں اس عوام کی

خدمت کر سکتا ہوں۔ اور وہ خود کو عوام کے سامنے بھی جواب دہ اور خدا کے سامنے بھی جوابدہ سمجھے کہ ان ایوانوں میں آ کر اگر وہ سوشل سٹیٹس اور پریویلیجز enjoy کرتا ہے تو ساتھ ساتھ اس کی ذمہ داریاں بھی بڑھتی ہیں۔ ایک تو وہ شخص جو کسی قومی لیول کے فورم پر آنا چاہتا ہے اس کو اپنا احتساب خود کرنا چاہیئے اور اپنے گریبان میں خود دیکھنا چاہیئے کہ آیا میں اس قابل ہوں۔ میں ان اقدار پر پورا اتر سکتا ہوں کہ نہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ سیاسی پارٹیوں کی ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ نامزد کرتے وقت یہ نہ دیکھیں کہ وہ پارلیمنٹ میں جا کر اپوزیشن کو کس طرح ناک آؤٹ کر سکیں گی اور ہاؤس کے اندر اس قسم کا ماحول پیدا کر سکیں گی۔ بلکہ وہ یہ دیکھیں کہ وہ جس شخص کو ٹکٹ دی جا رہی ہے۔ وہ قانونی معاملات سے کتنا باخبر ہے۔ اس کی کتنی ذہانت اور معاملات کو سمجھنے کی کتنی صلاحیت رکھتا ہے۔ اور اس کی ریکارڈ ہسٹری کیا ہے پارٹی کے اندر اور باہر رہ کر پبلک کے ساتھ اس کا رابطہ کیسا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جتنی بھی سیاسی پارٹیاں ہیں ان کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ایوانوں میں بھیجیں جو صحیح معنوں میں ان ایوانوں کی قدر و منزلت کو سمجھ سکیں اور صحیح طور پر قوم کی نمائندگی کر سکیں۔

اس کے علاوہ گزارش یہ ہے کہ جب ہاؤس کے اندر آتے ہیں تو پھر عوام کا بھی فرض بنتا ہے اور عام ووٹر کا بھی فرض بنتا ہے کہ اس لئے کہ ہم انہی کے علاقے سے آتے ہیں۔ ان کو چاہیئے کہ جو بھی امیدوار ہے اس کی سابقہ ہسٹری کا حساب کتاب رکھیں۔ جو ووٹ کے وقت ان کے پاس جاتے ہیں اور اس کے بعد ان کو بھول جاتے ہیں، کتنے نمائندوں نے بجا طور پر ان کی خدمت کی ہے۔ اور ان کی پسماندگی کو دور کرنے کے لئے کس نے آواز بلند کی ہے۔ اور کس نے ان کے سامنے دیانت اور خدمت کا ثبوت دیا ہے۔

میں سمجھتا ہوں یہ تین بنیادی عناصر ہیں اس میں پاکستانی عوام کی ذمہ داری بھی ہے اور سیاسی پارٹیوں کی بھی یہ ذمہ داری ہے۔ اور انسان پر ذاتی حیثیت سے بھی خدا کے سامنے جوابدہ ہونے کی حیثیت سے ذمہ داری آتی ہے۔ کہ وہ یہاں پہنچ کر قوم کی، ملک کی

اور آئین کی پاسداری کر رہا ہے یا وہ ذاتی مفادات کا تحفظ کر رہا ہے۔ میرے خیال میں یہ سب سے بڑی بددیانتی ہے اور خیانت ہے کہ عوام یا قوم ہمیں ان امنگوں کے ساتھ ان ایوانوں میں بھیجتی ہے کہ ہم 47 سال سے تذبذب کی شکار قوم کو اس دلدل سے کس طرح نکالتے ہیں، میں سمجھتا ہوں محترمہ کہ یہ ہماری ذمہ داری بنتی ہے کہ ہم اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں کہ ہم قوم کے خزانے سے کس طرح کھیل رہے ہیں۔ اور اس بارہ کروڑ عوام کے مستقبل سے ہم کس طرح کھیل رہے ہیں۔ اور اس قوم کو ہم کس نہج پر اس قوم کو لے جا رہے ہیں۔ اگر ہم نے واقعی جمہوریت کو بحال کرنا ہے اور اس کو پھلنے پھولنے کا موقع دینا ہے تو ہمیں اپنا احتساب خود کرنا پڑے گا۔ اور پارٹی لیول پر بھی کرنا پڑے گا۔ عوام میں بھی اتنی جرات ہونی چاہیئے کہ وہ ہمارا احتساب کر سکیں، میں سمجھتا ہوں کہ صدر صاحب نے بجا طور پر ہمیں آئینہ دکھایا ہے چاہے ہم پارلیمنٹ کے رکن ہیں یا صوبائی اسمبلی کے ممبر ہیں ہم اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور اپنی اصلاح کر سکیں اور اس قوم کی صحیح خدمت کے لئے ہم تمام مسئلوں کی طرف اپنی نگاہ ڈالیں۔ اس پر پورا اترنے کی کوشش کریں۔

صدر صاحب نے اپنے خطاب میں ہارس ٹریڈنگ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ بدقسمتی یہ ہے کہ اس ملک میں آج تک ہارس ٹریڈنگ چل رہی ہے۔ اس کے باوجود لوگ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہم ہارس ٹریڈنگ کے خلاف ہیں اور ہارس ٹریڈنگ ہم نہیں کر رہے ہیں لیکن آپ نے دیکھا کہ جو ہمارے گزشتہ انتخابات ہوئے جن کا بڑا ڈھنڈورا پیٹا جا رہا ہے کہ یہ صاف بھی تھے اور شفاف بھی تھے۔ یہ بالکل غلط ہے یہ نہ صاف تھے اور نہ شفاف تھے اس لئے کہ اس میں بوگس شناختی کارڈ بنے ہیں۔ کئی اشخاص نے بوگس شناختی کارڈوں کے ساتھ ووٹ ڈالے ہیں جس کے مختلف areas سے شکایت تو الیکشن کمیشن کے پاس بھی پڑی ہوئی ہے اور لوگوں نے بوریوں کے حساب سے شناختی کارڈ کے دفاتر سے شناختی کارڈ خرید لئے ہیں۔ جو جائز ووٹر اپنے بوتھ میں ووٹ ڈالنے گئے تو انہیں پتا چلا کہ ان کے ووٹ پڑ چکے ہیں ملک صاحب میں گزارش پیش کروں گا آپ اتنے سینئر پارلیمنٹیرین ہیں جب آپ بولتے ہیں تو ہم آپ کو بزرگ سمجھ کر خاموش رہتے ہیں۔ آپ لیڈر آف دی ہاؤس بھی ہیں اور یہ ساری باتیں

آپ کے گوش گزار کی ہیں کہ آپ ان سے سبق لیں اور اپنی اصلاح کریں لیکن آپ کو جتنی بھی میں نے استدعا کی ہے آپ اپنی خوش گپیوں سے باز ہی نہیں آرہے۔ تو میری گزارش ہے کہ آپ مہربانی کریں مجھے بولنے دیں اور اگر آپ کو میری باتیں اچھی نہیں لگتیں ہیں تو آپ تشریف لے جائیں۔ میرے خیال میں ڈاکٹر صاحب اس موقع پر پوائنٹ آف آرڈر دینے کی بھی گنجائش نہیں ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: ملک صاحب ان کی تقریر ختم ہونے دیں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: تو میری گزارش یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب یہ کہنا کہ الیکشن صاف اور شفاف ہوئے تھے یہ بالکل غلط بات ہے، یہ ایک ڈھونگ ہے، یہ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونکنے والی بات ہے، اور یہ بھی کہنا کہ ہارس ٹریڈنگ نہیں ہوئی ہے، میں بڑی معذرت کے ساتھ کہوں گا کہ ابھی آخر میں Presidential election ہوئے تھے آنس میں بھی آپ نے دیکھ لیا تھا کہ جس طرح انہوں نے ہارس ٹریڈنگ کو مختلف covers میں، مختلف umberlla's کے تحت کیا ہے۔ بدقسمتی سے ایوان میں بہت سے ایسے نمائندگان ہیں جنہوں نے اپنا فلور کراس کیا ہے، جنہوں نے اپنے عقیدے اور پارٹی کے خلاف کام کیا ہے ہمیں جناب President سے کوئی اختلاف نہیں ہے میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ فاروق لغاری سب ہمارے لئے بہت محترم اور معزز ہیں اپنی حیثیت میں ایک سردار فاروق لغاری کی حیثیت میں بہت محترم شخصیت ہیں وہ تمام ان عیوب سے پاک ہیں جو باقی لوگوں میں پائے جاتے ہیں۔ وہ دیانتدار بھی ہیں، غازی بھی اور honest بھی ہیں۔ لیکن جس طرح سے presidential election میں ہارس ٹریڈنگ ہوئی ہے میں سمجھتا ہوں وہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے اس کے علاوہ آج تک بھی یہ ہارس ٹریڈنگ ہو رہی ہے۔ تین مہینے گزر

گئے ہیں ان کی کابینہ ابھی مکمل نہیں ہوئی ہے۔ اس لئے کہ ابھی سینٹ اور چیئرمین اور ڈپٹی چیئرمین کے الیکشن ہونے ہیں اور آپ یہ خوف نیشنل اسمبلی اور سینٹ میں دیکھ رہے ہیں جس صورتحال سے یہ دونوں ہاؤسز دو چار ہیں۔ گنتی کے دو تین وزیر ہیں ان کو صحیح briefing ملتی نہیں ہے، ہاؤس میں تشریف لاتے ہیں تو کسی بات کا صحیح جواب نہیں ملتا۔ روز آدھا ٹائم تو پوائنٹ آف آرڈر کے اسی جھگڑے میں ضائع ہو جاتا ہے۔ یہ ہارس ٹریڈنگ نہیں ہے تو اور کیا ہے۔ وہ لوگ جو آستین چڑھا کے بیٹھے تھے جو task force کے چیئرمین اور ممبر بنے تھے جن کو بڑی خوشی اور ناز تھا کہ ہمیں منسٹر بنایا جائے گا انہوں نے ان کو انہوں نے پارلیمنٹری سیکرٹری nominate کرکے بہت ہلکا کیا ہے۔ اور پھر اخبار میں یہ بھی آتا ہے کہ یہ ان کی ٹیسٹ ہے اگر بطور پارلیمانی سیکرٹری ان کی کارکردگی بہتر رہی اور اپوزیشن کو knock out کر سکے اور ان کو جوابات صحیح دے سکے تو پھر ہم ان کو منسٹرز بنائیں گے۔ یہ ہارس ٹریڈنگ نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

میری گزارش ہے کہ تین مہینے گزر گئے ہیں۔ اس فلور پر تین مہنے میں کسی سوال کا جواب صحیح نہیں آیا، کسی resolution پر صحیح بات نہیں ہو سکی۔ انہوں نے task force تو بنا لی یہ task force ہمیں کیا دے گا۔ اس سے پہلے بھی اسی گورنمنٹ نے پیپلز ورکس پروگرام شروع کیا تھا۔ آپ نے دیکھا کہ انہوں نے اس میں اپوزیشن کو بالکل neglet کیا تھا۔ اپوزیشن کے کسی ممبر کو ایک پیسہ بھی نہیں دیا تھا۔ انہوں نے district level پر اپنے ہی لوگوں کو نوازنے کے لئے پیپلز ورکس پروگرام شروع کیا تھا۔ دو سال یہ اقتدار میں رہے ہیں، آپ جانتے ہیں کہ کسی بھی پیپلز ورکس پروگرام کا کوئی نشان باقی نہیں ہے۔ اربوں روپے خزانے میں سے انہوں نے اپنی political strength کو بڑھانے کے لئے، اپنے سیاسی حواریوں کی حوصلہ افزائی کرنے کے لئے اور ان کو مالی طور پر مستحکم کرنے کے لئے خرچ کر دیئے۔ پیپلز ورکس پروگرام کے تحت جو کام شروع کیا تھا دو سال کا تجربہ ڈاکٹر صاحب آپ

کے بھی سامنے ہے آپ کا صوبہ سب سے پسماندہ صوبہ ہے اس میں آپ مجھے بتائیں کہ ان اربوں روپوں سے کیا کچھ ہوا ہے اور کیا نہیں ہوا۔

•

اس کے علاوہ اب task force میں انہوں نے کام شروع کیا تھا اور کہا تھا کہ district level پر قانون کی برابر حکمرانی ہوگی، ہم عوام کے دروازے تک قانون پہنچائیں گے، ہم district level پر گورنر لگائیں گے یہ سب کچھ کریں گے۔ تین مہینے گزر گئے۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اس کا کوئی نتیجہ نکلا ہے۔ اس میں بھی ایک سسٹم تو already آپ کے پاس موجود ہے وہاں ڈسٹرکٹ چیئرمین ہیں، وہاں ڈسٹرکٹ کونسل ممبرز ہیں وہاں لوکل باڈیز ہیں۔ اب اس سسٹم کو خراب کر کے اپنی مرضی سے nomination کرکے پورے پاکستان میں آپ اپنے لوگ لگانا چاہتے ہیں اور ان کو accommodate کرنا چاہتے ہیں۔ جب بھی پیپلز پارٹی برسراقتدار آئی ہے ان کا یہی طریقہ کار رہا ہے کہ گورنمنٹ کے خزانے کو، گورنمنٹ کے وسائل کو، انہوں نے اپنے مفاد کے لئے استعمال کیا ہے، انہوں نے اپنی publicity بڑھانے کے لئے استعمال کیا ہے۔ انہوں نے اپنے ورکرز کو encourage کرنے کے لئے استعمال کیا ہے۔ جس کی وجہ سے ہم باقی تمام پارٹیوں کے ورکرز شاکی ہیں اور تمام ہمارے ممبران گلے اور شکوے کرتے رہتے ہیں کہ آپ لوگ پیپلز پارٹی کا pattern کیوں نہیں follow کرتے ہیں۔ اس طرح ڈسٹرکٹ گورنر مقرر کرکے وہ اپنے لوگوں کو accommodate کرنا چاہتے ہیں۔ یہ جائز اور صحیح طریقہ نہیں ہے اور اس طرح نہیں ہونا چاہیئے میں سمجھتا ہوں کہ عوام کی دولت کو عوام کی بہتری کے لئے استعمال کیا جائے۔ بجائے اس کے کہ اپنی پارٹی پر خرچ کیا جائے۔ انہوں نے آج پھر روٹی کپڑا اور مکان کا مسئلہ اٹھایا ہے۔ جس روٹی کپڑے اور مکان کی وجہ سے اس ملک کو دولخت ہونا پڑا ہے اس وقت بھی ہم نے صحیح طور پر جمہوریت کو پنپنے نہیں دیا اور جو اکثریت میں تھے ان کو حکومت بنانے نہیں دی۔ ان کو ہم نے exploit کیا ہے افسوس کے ساتھ مجھے کہنا پڑتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تقریر میں اس دن بہت کچھ history repeat کی میں نہیں چاہتا ہوں کہ میں اپنی move اس میں خراب کر کے history میں جاؤں لیکن تھوڑا سا اشارہ ضرور کر دینا چاہتا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جی آپ ٹائم کا بھی خیال رکھیں۔ آپ اس دن بھی بولے ہیں اور پھر اور لوگوں نے بھی بولنا ہے۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: نہیں ڈاکٹر صاحب جتنے لوگ بولے ہیں میں اتنا ہی بولوں گا اس سے پہلے سب لوگ .....

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ repeat مت کریں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: میں repeat نہیں کر رہا ہوں جی۔ اس دن شاید آپ نہیں سن سکیں۔ ایک گھنٹہ سب لوگ بولے ہیں میں آپ سے گزارش کروں گا .....

میڈم ڈپٹی چیئرمین: اچھا ابھی آپ بول لیں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: آپ کا شکریہ اب آپ نے disturb تو مجھے کر ہی دیا میں گزارش یہ کر رہا تھا کہ اس وقت ساری دنیا میں سول مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر اگر کوئی رہا ہے تو محترم بھٹو صاحب سول مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر رہ چکے ہیں۔ لیکن ڈاکٹر صاحب ہم پر اس دن تنقید کر رہے تھے کہ مارشل لاء کی باقیات ہیں۔ ضیاء کی باقیات ہیں اور پتہ نہیں کیا کیا۔ اس ہاؤس میں اس حمام میں تقریباً سارے ہی ننگے ہیں۔ یہ اپنی گورنمنٹ میں دیکھیں یہ لوگ ضیاء صاحب کے اور ایوب صاحب کے آگے پیچھے ہوتے تھے۔ جس میں ملک صاحب خود موجود ہیں جو question کر رہے ہیں کہ ایوب صاحب نے ان کی training کی ہے۔ جو مارشل لاء کا سب سے بڑا نامور تھا اس ملک میں مارشل لاء لانے والے سب سے پہلے ایوب خان صاحب تھے اور انہوں نے ہی ان کی training کی ہے اور بھٹو صاحب کو for the first time اقوام متحدہ میں ایوب صاحب نے بھجوایا تھا اور انہوں نے ہی ان کی training کی تھی۔ لہذا میں ان ساری باتوں میں جانا نہیں چاہتا ہوں کہ ضیاء صاحب کی مجلس شوریٰ میں جو لوگ تھے، اپنی پارٹی میں یہ دیکھ لیں کہ کتنے اس شوریٰ کے لوگ ان کے ساتھ

موجود ہیں۔ بجائے اس کے کہ ہم history میں جائیں یا ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالیں، میری گزارش یہ ہے کہ ہم آئندہ کے لئے سوچیں ہم اپنی اصلاح کریں جیسے کہ صدر صاحب نے بجا طور پر ہمیں راستہ دکھایا کہ آپ اپنی اصلاح کریں ایک دوسرے پر کیچڑ اچھالنے سے تو کچھ فرق نہیں پڑتا۔ میری گزارش یہ ہوگی کہ ان تمام باتوں کی طرف توجہ دینی چاہیئے۔

محترمہ! ابھی ایک فلور کراسنگ کا آرڈیننس آیا تھا وہ بھی ہماری پارٹیوں کو اچھا نہیں لگتا ہے۔ ابھی پچھلے دنوں اقبال حیدر صاحب کا بیان، اخبار میں چھپا تھا کہ میرے آرڈیننس یا قانون لانے سے فرق نہیں پڑتا ہے آپ اپنی اخلاقیات اور کیریکٹر کو درست کریں تو آپ ہی تو ہیں اس اخلاق اور کیریکٹر کو خراب کر رہے ہیں۔ آپ ہی تو ہیں جس نے سبز باغ دکھا کے وہ اپنے پاس محفوظ کر کے، واپس رکھ لیا۔ لوگوں کو attract کر رہے ہیں، لوگوں کو مجبور کر رہے ہیں۔ لوگوں کو چمک دکھا رہے ہیں۔ یہ آپ ہی تو کر رہے ہیں۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ فلور کراسنگ پر بہت سختی سے پابندی۔ کوئی شخص اگر اپنی پارٹی یا mandate سے ادھر اُدھر ہوتا ہے تو اسے 5 سال یا دس سال کے لئے disqualify ہونا چاہیئے۔

پچھلے دنوں عبوری گورنمنٹ نے جہاں غلط کام کئے ہیں وہاں اچھے بھی کئے ہیں۔ ایک انہوں نے سٹیٹ بنک کو آزاد کرنے کے لئے کہا۔ تاکہ اس ملک میں dictation ختم ہو تاکہ اس ملک میں افراتفری ختم ہو، تاکہ اس ملک میں یہ افراط زر، جو بغیر کسی مقصد کے ہے یہ ختم ہو۔ انہوں نے ایک آرڈیننس پاس کیا۔ کل بھی آپ نے اس پر بہت detail سے debate سنی اور آج بھی آپ نے دیکھا کہ کیا ہوا۔ اس میں یہ تھا جی کہ اور کوئی بات نہیں تھی کہ سٹیٹ بنک کا گورنر پانچ سال کے لئے appoint ہوگا اس کے بعد اس کی کوئی appointment مزید نہیں ہوگی لہذا اس بندے کو پتہ ہے کہ مجھے پانچ سال کے لئے رہنا ہے میں independent ہوں۔ میں اپنے مافی الضمیر کے مطابق کام کروں گا اس لئے کہ بعد میں مجھے نہ مزید نوکری ملنی ہے اور نہ میں نے کرنی ہے وہ اپنے مافی الضمیر کے مطابق کام کرے گا۔ اور دوسری بات یہ تھی کہ وہ جتنے reserve تھے اس کے against وہ کرنسی چھاپتا اور اس سے زیادہ کوئی اس کو نہیں direct کر سکتا لیکن آج یہ آرڈیننس لا

کے اس کی موجودگی میں ابھی نہ وہ repeal ہوا ہے نہ وہ lapse ہوا ہے اس کی موجودگی میں اس میں amendments آپ نے کی ہیں اور اس کے علاوہ اور کیا چاہتے ہیں کہ سٹیٹ بنک کو دوبارہ اپنے تابع کریں تاکہ جو گورنر تین سال کا ہو جس کو کہ آپ لگائیں اور اس کو آئندہ لگانے کے chance بھی ہوں وہ آپ کے رحم و کرم پر رہے اس کو یہ attraction رہے کہ شاید آپ اسے دوبارہ ہمیں یہاں لگا دیں یا وہاں لگا دیں وہ آپ کی dictation لیتا رہے گا۔ دوسری بات یہ ہے کہ جہاں سے آپ ان کو direct کریں گے۔ چیئرمین کو دوبارہ آپ مجبور کر رہے ہیں کہ آپ جتنا direct کریں کے جیسے ابھی ابھی پتہ چلا ہے کہ پانچ ارب روپے کی انہوں نے کرنسی چھپوا لی ہے اور مزید یہ کرنسی چھپوائیں گے۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ دکھ اور سکھ پارٹی کو سامنے رکھتے ہوئے اپنے دور اقتدار کو طول دیتے ہوئے عوام کے مستقبل کے ساتھ اور ہمارے قومی خزانے کے ساتھ اس طرح انہیں نہیں کرنا چاہیئے۔ جتنی بھی باتیں ہیں ہم سمجھتے تھے کہ شاید پچھلے ادوار سے، نشیب و فراز سے کچھ یہ لوگ سبق لے چکے ہوں گے۔ اب تو جمہوریت کے چونکہ نعرے بھی لگا رہے ہیں۔ تو کچھ آگے ان کا قوم مثبت انداز میں چلے گا۔ بڑے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ اس سمت میں ابھی کوئی positive steps نہیں اٹھائے گئے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جی آغا صاحب بس close کریں۔

انجنیئر سید محمد فضل آغا: جی اچھا جی۔ محترمہ! میں گزارش یہ کرنا چاہتا تھا کہ انہوں نے اپنے منشور میں جیسے صدر کی تقریر کے دوسرے حصے میں مذکور ہے، جو اصل بات ہے اس پر میں ابھی آرہا ہوں بڑے سبز باغ دکھائے ہیں۔ بہت ایک اچھا پیکچر پلے کیا ہے۔ اور یہ ان کے الیکشن کمپین کا حصہ بھی رہا ہے مگر مجھے بڑے دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے جو وعدے ہمارے ساتھ کئے تھے جس میں امن و امان کا مسئلہ بھی آتا ہے، پورے نہیں کئے، امن و امان کا مسئلہ آج آپ کے سامنے ہے۔ آج اس ہاؤس میں قاضی صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر پر 11 آدمیوں کے قتل کا ذکر کیا ہے، اس سے پہلے بھی ہوئے ہیں۔ سندھ میں آئے دن ڈکیتیاں ہو رہی ہیں، قتل ہو رہے ہیں، پنجاب میں ہو رہے

ہیں تمام صوبوں میں ہو رہی ہیں، قومی شاہراہوں پر ہو رہے ہیں۔ کوئی آدمی اپنی عزت نفس کو محفوظ نہیں سمجھتا ہے۔ تین ماہ گزرنے کے بعد ٹاسک فورس کی موجودگی کے بعد ہم نے اس قوم کو ابتر کر دیا ہے بہتر تو نہیں کیا ہے۔ جو لاء اینڈ آرڈر انٹیرم گورنمنٹ یا کیئرٹیکر گورنمنٹ کے دوران تھا، معین قریشی کے دور میں جو لاء اینڈ آرڈر تھا اس لاء اینڈ آرڈر کی پوزیشن آج deteriorate ہوگئی ہے، خراب ہو گئی ہے میری گزارش یہ ہے کہ انہوں نے اس طرف کیا توجہ دی ہے۔ محض lip service، خالی زبانی باتوں سے تو بات نہیں بنے گی۔ یہ حقائق سامنے آرہے ہیں، روز اگر اخبار اٹھا کر دیکھ لیں تو ہر شہر معلوم ہوگا کہ ڈکیتی ہوئی، چوری ہوئی، ڈاکہ پڑا، اغوا ہوا اور وہ کیا کہتے ہیں man lifting اور car lifting ہوئی یہ ساری باتیں آپ کے سامنے ہیں، ہاؤس کے بھی سامنے ہیں، میں نہیں سمجھتا ہوں کہ گورنمنٹ کے معزز اراکین، جو گنتی کے اس وقت کیبنٹ کے رکن ہیں، ان کو ایک بات بھی نہیں نظر آتی۔ یا وہ اخبار نہیں پڑھتے ہیں یا وہ سیکرٹریٹ سے فارغ نہیں ہیں کیونکہ ہاؤس کو بھی انہوں نے face کرنا ہوتا ہے۔

اقتصادی اصلاحات آپ کے سامنے ہیں، گلزار صاحب تشریف لے گئے ہیں۔ محترمہ! جہاں گئیں وہاں گئیں، میری سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ ان دنوں میں جانے کی ضرورت کیا تھی۔ آپ نے یہاں کوئی بات نہیں کی، کوئی positive steps نہیں اٹھائے ہیں، کسی طرف ملک اور قوم کو گامزن نہیں کیا۔ اپنی کیبنٹ کو مکمل نہیں کیا، آپ نے باہر کے بے مقصد دورے شروع کر دیئے، جس میں اہم دورہ بوسنیا کا ہے وہ آپ نے کیا نہیں اور جس مرد مجاہد نے بوسنیا کا دورہ کیا آپ نے اس کو ٹی وی سے بلیک آؤٹ کر دیا، اس کو کوریج نہیں دی، اس نے آپ کے ملک اور قوم کی ناک رکھی اور اسلام کی ناک رکھی، برستی ہوئی گولیوں میں گئے، آپ وہاں نہیں گئیں لیکن آپ ابھی کہہ رہے ہیں کہ وہ مارگریٹ تھیچر کو ساتھ لے کر جائیں گی۔ اور ترکی کی پرائم منسٹر کو ساتھ لے کر جائیں گی۔ پتا نہیں کب جائیں گی؟ ابھی وہ بوسنین پرائم منسٹر آئے تھے ان کو آپ نے وہ پروٹوکول نہیں دیا جو میں سمجھتا ہوں کہ کلنٹن سے زیادہ ہونا چاہئے تھا وہ پہلے ہی نمرود کی آگ میں جل رہے ہیں لیکن بدقسمتی سے اس قوم نے، اس حکومت نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی، وہ کیا تاثرات لے

کے جائیں گے۔ اس سے بہتر تو وہی نواز شریف صاحب کی حکومت تھی جس نے کم از کم بوسنیا کے مہاجرین کو یہاں جگہ دی ہے، یہاں پر انہیں رکھا ہے۔ آپ کی طرف ساری اسلامی دنیا دیکھتی ہے۔ پاکستان کے اوپر ساری اسلامی دنیا کی نظر ہے اور وہ فخر سے کہتی ہے، وہ آپ کو شیلٹر، ڈھال اور پناہ سمجھتی ہے لیکن مجھے افسوس ہے کہ آپ نے اپنی آنکھیں اس طرف سے بند کر لی ہیں اور صرف اور صرف پارٹی کی طرف اور وہ بھی سندھ کی طرف متوجہ ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ پندرہ دن سے وزیراعظم صاحبہ اس اسلام آباد کے capital headquarters میں موجود نہیں ہیں۔ جب سے فارن دورے سے آئی ہیں وہ سندھ میں بیٹھی ہوئی ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اب وہ سندھ کی لیڈر نہیں ہیں، وہ پوری قوم کی لیڈر ہیں، پورے پاکستان کی لیڈر ہیں۔ انہیں یہاں یہاں ہونا چاہئے تھا، انہیں نیشنل ایشیوز پر ایڈریس کرنا چاہیے تھا۔ بجائے اس کے پارٹی کے جھگڑے میں پڑ کے لاڑکانہ تک محدود ہو کے رہ جائے، وہاں کشت و خون کی ہولی سے انہوں نے اپنی campaign شروع کر دی تو یہ مناسب بات نہیں ہے، میں سمجھتا ہوں کہ اس طرف، امن و امان کی طرف گورنمنٹ کو توجہ دینی چاہئے اور یہاں پر کیبنٹ کے معزز اراکین بیٹھے ہیں ان کو اس طرف پوری توجہ دینی چاہئے۔ ان کا سوشل ایکشن پروگرام، محترمہ آپ نے دیکھ لیا جو سوشل ایکشن پروگرام میں ہوا ہے زراعت کی ترقی دینی تھی، زراعت کی ترقی بھی آپ کے سامنے ہے۔ ٹی وی ہم روز سنتے ہیں محمود قریشی صاحب جو ہمارے پارلیمانی سیکرٹری ہیں، وہ آکے اپنا بیان دیتے ہیں لیکن اس طرف کیا ہوا ہے، میں اس طرف تفصیل میں بعد میں آؤں گا، ذرا چیدہ چیدہ بات کر لوں۔

اقبال حیدر صاحب کوآپریٹوز کا ذکر تو کرتے رہتے ہیں لیکن تاج کمپنی کو سلپ کر دیتے ہیں۔ بھائی تاج کمپنی کے جو بے چارے تھے، جن سے پیسے آپ نے لوٹے ہیں، مال ان سے لے گئے ہیں، روز آپ کہتے ہیں کہ 18 تاریخ سے دے رہے ہیں، 19 تاریخ سے دے رہے ہیں، 20 تاریخ سے دے رہے ہیں، ابھی تک انہیں کچھ نہیں دیا۔ ان کے لئے آپ کیا کر رہے ہیں۔ ان سے کیا جان چھڑانا چاہتے ہیں۔ ان غریبوں کا کیا مداوا آپ کرنا چاہتے ہیں۔ خواتین کو معاشرے میں بہتر مقام دینا، سوائے اس کے کہ آج کے انگلش پیپر میں تھا کہ جناب ہر ڈسٹرکٹ، تحصیل اور سب ڈویژن پر ایک لیڈی جج مقرر کی جائے گی۔ یہ

بھی اس طرف ایک اشارہ ہے کہ اپنے ورکرز کو آپ نے اکاموڈیٹ کرنا ہے۔ ورنہ اس معاشرے میں اتنے زیادہ حقوق میں نہیں سمجھتا کہ عورتوں کے ہیں کہ ہم ہر تحصیل پر عورتوں کو لگائیں جبکہ ابھی تو ہمارے ہاں ڈسٹرکٹ میں ایڈیشنل سیشن جج نہیں ہیں، سول جج نہیں ہیں ڈسٹرکٹ ہیڈکوارٹرز میں نہیں ہیں اور آپ ہر تحصیل میں ایک لیڈیز جج دیں گے، ہمیں بڑی خوش ہوگی اس لئے کہ اسلامی اقدار کے سب سے زیادہ پابند بھی ہم ہیں، پردہ observant بھی زیادہ ہم ہیں، ہم بھی چاہتے ہیں کہ ہماری عورتوں کے مقدمات، بہت حفاظت سلیقے سے، اسلامی طریقے سے پردے میں رہ کے سنے جائیں۔ لیکن آیا اس کی ضرورت بھی ہے کہ نہیں یا خواہ مخواہ آپ اس قوم کو بھڑکانے کے لئے provoke کرنے کے لئے، اپنے لوگوں کو ایڈجسٹ کرنے کے لئے آپ ڈسٹرکٹ ججز لگائیں گے۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ تنخواہیں کہاں سے آئیں گی، ان کی پوسٹیں create ہوں گی، ان کو اکاموڈیٹ آپ کیسے کریں گے۔ اس میں skilled manpower یعنی لیڈیز ججز کہاں سے آئیں گی۔ جس کو آپ appoint کریں گے۔ اور پھر یہ کہہ رہے ہیں جی کہ اقتصادی، مذہبی، اخلاقی، معاشرتی، قوتوں کی تجدید۔ شعر کہنے کو تو بہت اچھی باتیں ہیں، آپ جتنی شاعری اس پر کر لیں مگر تین مہینے گزر گئے ہیں کیا تجدید کی ہے؟ مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آرہا ہے کہ یہاں ہو کیا رہا ہے۔ ہمارے بہت سے اراکین تو ہاؤس سے بد دل ہوئے ہیں کہ جی ہاؤس میں کچھ ہوتا ہی نہیں ہے، جتنے دن آتے ہیں وہ شیر افگن صاحب، ڈاکٹر صاحب اور اقبال حیدر صاحب کی نظر ہو جاتے ہیں۔ کسی ممبر کو نہ بولنے دیتے ہیں، نہ ان کی بات سنتے ہیں، چیئر سے بھی لڑتے رہتے ہیں، ہم سے بھی لڑتے رہتے ہیں، تیاری کرکے نہیں آتے۔ اس لئے they are not clear ایک دن ایک سٹیٹمنٹ دیتے ہیں، رات کو اوپر سے instructions مل جاتی ہیں کہ چوہدری صاحب کو کیوں کلیئر کر دیا اس لئے کہ وہ تو کرتے دھرتے ہیں لہذا ان کا کوئی سلسلہ ہے دوسرے دن آکے سٹیٹمنٹ بول لیتے ہیں۔ آج بھی انہوں نے 5 تاریخ کی بجائے 6 تاریخ کی سٹیٹمنٹ پڑھی ہے۔ اور اس ہاؤس کو پھر deceive کیا ہے۔ چوہدری صاحب نے چونکہ 5 تاریخ کی سٹیٹمنٹ پڑھی ہے تو ان کو 5 تاریخ کی سٹیٹمنٹ پڑھنی چاہئے تھی، انہیں نے 6 کی پڑھ دی، چوہدری صاحب نہیں تھے جو مرضی انہوں نے کہہ دیا۔ عوام دشمن قوتوں کو جڑ سے اکھاڑنے اور بیورو کریسی میں جو کالی بھیڑیں ہیں ان کو نکالنے کا عزم ظاہر کیا۔

بیوروکریسی میں سے کتنی کالی بھیڑیں انہوں نے نکال لیں، عوام کو کہاں پر انہوں نے انصاف دیا ہے اور ان کی بہتری کے لئے کام کیا ہے؟

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جی، بس فضل آغا صاحب۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: محترمہ ڈاکٹر صاحب ابھی تو میں پندرہ منٹ بولا ہوں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: نہیں جی پندرہ منٹ نہیں چالیس منٹ ....

انجینئر سید محمد فضل آغا: میں آپ سے گزارش کروں گا، بہت مودبانہ گزارش کروں گا ڈاکٹر صاحب کہ میری بات مکمل ہو جائے تو میں .....

میڈم ڈپٹی چیئرمین: بس یہ لاسٹ پوائنٹ ہوگا۔ لاسٹ ....

انجینئر سید محمد فضل آغا: نہیں جی ابھی تو ڈاکٹر صاحب مجھے ....

میڈم ڈپٹی چیئرمین: نہیں جی نہیں، آپ کو اب میں ڈیڑھ گھنٹہ نہیں دے سکتی ...

انجینئر سید محمد فضل آغا: ڈاکٹر صاحبہ میں نے کب شروع کیا تھا؟

میڈم ڈپٹی چیئرمین: نہیں جی پہلے کل بھی آپ بولے تھے ...

انجینئر سید محمد فضل آغا: کل تو میں دو منٹ بولا تھا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: اس دن بھی بولے ہیں، اور ابھی میں آپ کو دو منٹ اور

دے رہی ہوں۔

انجنیئر سید محمد فضل آغا: نہیں ڈاکٹر صاحب گزارش تو یہ ہے کہ آپ تو خوش ہوں گی کہ ساری باتیں جو ہیں ....

میڈم ڈپٹی چیئرمین: دو منٹ آپ کو اور دوں گی بس۔

انجنیئر سید محمد فضل آغا: سرکاری اخراجات میں کمی، ابھی سرکاری اخراجات میں ہی جو پچھلے تین سال سے سروسز پر بین لگا ہوا ہے ایک آدمی ہم اور آپ کوئی اکاموڈیٹ نہیں کرا سکے۔ جنرل صاحب نے بڑا شاہانہ طریقہ سے جناب 26 ہزار آدمیوں کے آرڈر کر دیئے کہ ان کو کھپاؤ، اسٹیبلشمنٹ ڈویژن والے روتے پھرتے ہیں کہ جی ہم کہاں کھپائیں، کہاں لے جائیں، انہوں نے کہا جی بہرحال تنخواہ ہے یا نہیں ہے آپ ان کو ڈیوٹیوں پر لے لو اس ضمن میں ڈاکٹر صاحب میری گزارش ہوگی ہاؤس سے بھی، آپ سے بھی کہ آج ہاؤس کو بھی پتہ نہیں کیا سانپ سونگھ گیا ہے، باقی ممبرز کے لئے تو کہتے ہیں کہ جی وقت ان کو دے دیں اور میری باتیں کسی کو پسند نہیں آ رہی ہیں کوئی کہہ ہی نہیں رہا ہے کہ ہمارا وقت ان کو دے دیں اب 26 ہزار آدمی انہوں نے لگا دیئے۔ میں آپ کے صوبے کے حوالے سے اپنے صوبے کے حوالے سے بات کر رہا ہوں، تین سال سے ایک بندہ نہیں لگا اس سے پہلے آپ نے جب بھی حساب مانگا 3.14 کی بجائے کبھی ایک کبھی ڈیڑھ کا کوٹہ ملا اس سے زیادہ نہیں۔ اب 26 ہزار آدمی انہوں نے لگا لیے ہیں۔ تو ہم جو اپنے لوگوں کے انتظار میں ہیں، لسٹ میں لکھے ہوئے ہیں ان کو اکاموڈیٹ کرانا تھا وہ کس طرح کرنا ہے۔ یہ صرف 26 ہزار ووٹ پکے کرنے اور اس کے ساتھ ایک لاکھ ان کے پیچھے اسمبلی والے ہوں گے میں سمجھتا ہوں کہ یہ مناسب طریقہ کار نہیں ہے۔ یہاں پر طریقہ کار موجود ہے، صوبائی پبلک سروس کمیشن بھی ہے، فیڈرل پبلک سروس کمیشن بھی ہے۔ انتظامی بدنظمیاں ہو رہی ہیں، سرکاری اخراجات میں انہوں نے کمی کرنی ہے۔ میں نہیں سمجھتا ہوں کہ اب صرف لاڑکانہ یا محترمہ سندھ میں جو گئی ہیں یہ کتنے سرکاری اخراجات ہوگئے ہیں۔ یہ کمی

کہاں ہو رہی ہے صرف lip service سے کام نہیں چلے گا۔

بجلی اور پانی کی طرف انہوں نے بڑی توجہ دی، بجلی اور پانی کی طرف محترمہ آپ کے ملک کا 70 فیصد جو ایریا ہے وہ بارانی ہے، خشک ہے وہاں پر بجلی کے ذریعے کاروبار اور زمینداری چلتی ہے۔ آپ نے بجلی اور پانی کا جو حساب کتاب دیکھ لیا ہے کہ اب ملک میں دس گھنٹے، آٹھ گھنٹے لوڈشیڈنگ ہے اور ان لوگوں نے واپڈا والوں نے تو زمینداروں کو ایک مفلوج حیثیت میں کر کے رکھ دیا ہے۔ جیسے کوئی ڈاکٹر کسی مریض کی تشخیص کرتا ہے لیکن اور دوائی اس کے مطابق نہیں دیتا ہے اس کا دس پرسنٹ یا پندرہ پرسنٹ دیتا ہے تو مریض کی لائف تو لمبی کر دیتا ہے لیکن وہ مفلوج ہی رہتا ہے۔ یہی حال ہمارے زمینداروں کا ہے جو سرمایہ تھا وہ انہوں نے زمینداری میں لگا دیا ہے اب واپڈا کی اس قسم کی بے راہ روی سے اور لوڈشیڈنگ سے ان کا خانہ برباد اور تباہ ہو رہا ہے، اوپر سے آپ زرعی ٹیکس بھی لگا رہے ہیں ان کو کوئی مراعات بھی نہیں دے رہے ہیں....

میڈم ڈپٹی چیئرمین : شکریہ جناب فضل آغا صاحب دو منٹ ہوگئے ہیں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: جی ایک منٹ اور میں آخر میں ہوں، اچھا ڈاکٹر صاحب پھر میں عرض کرتا ہوں چند ایک مضمونوں پر، مجھے بڑا دکھ ہوا .....

میڈم ڈپٹی چیئرمین: ابھی ایک منٹ آپ کو اور دیا۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: ڈاکٹر صاحب میں گزارش کروں گا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آغا صاحب اور لوگوں نے بولنا ہے ایک آپ نہیں ہیں۔ اور کافی لوگ ہیں۔ بس ایک منٹ اور چلو، کیجیئے۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: بلوچستان کے حوالے سے میں بات کروں گا کہ انہوں نے ہمارے منظور شدہ منصوبے ڈراپ کر دیئے ہیں۔ اس میں ڈاکٹر صاحب، آپ کو پتہ ہے گوادر میں پورٹ کا منصوبہ تھا۔ تمام مراحل سے گزر کر اس پر تمام فیزیبلٹی کے خرچے وغیرہ مکمل ہوگئے تھے۔ اب لاسٹ کمیٹی میں، انہوں نے ہمیں رپورٹ دی ہے کہ یہ تمام جو کچھ بھی ہوا ہے، پیپرورک ہوا ہے ہم نے اس کو کولڈ سٹوریج میں ڈال دیا۔ اب ہم ایک کمیٹی بنائیں گے جس میں پانچ ممبر ہوں گے اور وہ کمیٹی جائے گی ہالینڈ وغیرہ اور وہاں سروے کرے گی لیکن اس ٹیم کو بھیجنے کیلئے اس وقت خزانے میں پیسے نہیں ہیں لہذا اس سال وہ سروے کے لئے نہیں جا سکتی۔ اس کا مطلب ہے انہوں نے پراجیکٹ ڈراپ کر دیا۔

دوسرا منصوبہ ہمارا تھا لاڑکانہ شہدادپور، خضدار گوادر موٹر ہے۔ انہوں نے لاڑکانہ شہداد پور کو تو رہنے دیا، شہداد پور سے onward خضدار اور گوادر موٹر وے انہوں نے ڈراپ کر دیا۔ پھر آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں تاکہ آپ بھی آپ ٹو ڈیٹ رہیں۔ سینڈک پراجیکٹ آپ کو پتہ ہے کہ 18 سال کا منصوبہ ہے۔ اس میں 30 ،20 کروڑ روپیہ سے زیادہ infrastructure پر لگ گئے تھے ہمارے دوست Chinese نے اس منصوبے کو ٹیک اپ کیا۔ اب پچھلی دفعہ آپ کی سینٹ کی کمیٹی وہاں گئی۔ انہوں نے کہا ہم چھ مہینے پہلے آپ کو یہ پراجیکٹ hand over کریں گے آئندہ سال اگست اور ستمبر میں۔ انہوں نے across the board اس سال کے فنانشل ایلوکیشن میں ایک ارب روپے اس کے لئے دیئے ہیں۔ جس کی وجہ سے chinese کی بھی دل شکنی ہوئی ہے اور منصوبہ بھی آپ کا کولڈ سٹوریج میں چلا گیا ہے اور وہ تمام پراگریس اور ڈویلپمنٹ ختم ہوگئی۔ اس کے علاوہ آپ کا بولان میڈیکل کالج ہے۔ ڈاکٹر صاحب آپ کو پتہ ہے کہ 20 سال پرانا یہ پراجیکٹ ہے۔ سات کروڑ سے ایک سو بارہ کروڑ پر چلا گیا ہے۔ عبوری حکومت میں معین قریشی نے آپ کے سامنے وعدہ کیا تھا کہ بیلنس دس کروڑ جو ہے اس پراجیکٹ کی کمپلیشن کے لئے ہم دیں گے۔ اس گورنمنٹ نے اڑھائی کروڑ روپے ریلیز کر دیئے۔ اب انہوں نے باقی پیسے بند کر دیئے ہیں۔ وہ منصوبہ پھر کولڈ سٹوریج میں جا رہا ہے اور بولان کمپلیکس کے پیسے انہوں نے روک لئے ہیں۔ یہی حال خضدار انجینئرنگ کالج کا ہے۔ آپ کو پتہ ہے کہ تمام انجینئرنگ یونیورسٹیز جو ہیں یہ فیڈرل سبجیکٹ

ہوتے ہیں۔ ان کو تنخواہوں کے پیسے نہیں ملے۔ صوبائی گورنمنٹ سے مانگتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ مرکزی حکومت کا مسئلہ ہے۔ مرکزی حکومت سے کہتے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں کہ جی ہم اس کو دیکھ رہے ہیں۔ اپ گریڈ کر رہے ہیں، یونیورسٹی بنا رہے ہیں۔ وہ بھی آپ کو پتہ ہے معین قریشی صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ آپ اس کو اپ گریڈ کر کے یونیورسٹی لیول پر لائیں پھر فیڈرل گورنمنٹ اس کو فنانس کرے گی لیکن اس وقت انہوں نے اس منصوبے کو کولڈ سٹوریج میں ڈال دیا اور اس طرف کوئی توجہ نہیں دی۔

اسلام آباد پشاور موٹر وے پر ہمارے معزز اراکین نے بہت بات کی ہے۔ یہ اسی موٹر وے کا حصہ جو یہاں سے چل کر پنجاب سے ہوتا ہوا، سندھ سے ہو کر، لاڑکانہ سے ہو کر پھر وہاں گوادر تک چلا جاتا ہے۔ اس کو بھی انہوں نے ڈراپ کر دیا۔ بھاشا ڈیم جو کہ ایک فیزیبل منصوبہ تھا جس سے آپ کو بجلی مل سکتی تھی جس سے زمینداروں کی اچھی خاصی مدد ہو سکتی ہے۔ جس سے کالا باغ ڈیم کی controversy بھی ختم ہو سکتی تھی۔ وہ بھی انہوں نے ڈراپ کر دیا۔ تعمیر وطن کا پروگرام بھی آپ کے سامنے ہے اس سال انہوں نے قومی اسمبلی کو تو تعمیر وطن کے لئے 50، 50 لاکھ روپے کی کمٹمنٹ کر دی ہے مگر سینیٹرز کو بالکل refuse کر دیا۔ اب یہ کہہ رہے ہیں جی آج کر رہے ہیں، کل کر رہے ہیں۔ اب یہ ایک مہینہ بھی گزر جائے گا۔ ڈاکٹر صاحبہ! نیشنل ہائی وے کا 42 پرسینٹ حصہ بلوچستان میں سے گزرتا ہے۔ بجٹ میں صرف 8 پرسینٹ ایلوکیشن ہے، اس 42 پرسینٹ کو review کرنے کے لئے۔ آپ بلوچستان کی رہنے والی ہیں۔ آپ نے دیکھا ہے کہ وہاں پر کیا حالت ہے۔ کیا یہ صوبہ اس فیڈریشن کا یونٹ نہیں ہے اس گورنمنٹ نے آتے ہی پہلے ایک دن ملک صاحب نے بھی کہا تھا آپ کی آبادی 2 پرسینٹ ہے لہذا آپ کی طرف کم توجہ دی جائے گی، ملک قاسم صاحب نے فرمایا تھا اور آج بھی جو میں آپ کو گنوا رہا ہوں یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اندرون خانہ ہم کو اسی طرح سوتیلی ماں کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ واپڈا کی کارکردگی پر ڈاکٹر صاحبہ آپ نظر ڈالیں کہ انہیں نے وانا ژوب 60 کلومیٹر کا 132 کے وی لائین کا نہیں کیا ہے۔ ڈیرہ غازی خان لورا لائی 132 کلومیٹر کے وی نہیں کیا۔ کرک خضدار 132 کے وی لائن وہ نہیں کیا - یہ ....

میڈم ڈپٹی چیئرمین: شکریہ جناب۔ آپ تشریف رکھیں۔

انجینئر سید محمد فضل آغا: ایک منٹ۔ اس کے علاوہ مہنگائی ہے، بے روزگاری ہے۔ ڈاکٹر صاحب آپ دیکھیں کے آپ کے ہاں سے نکل رہی ہے تو سو روپے پر پانچ روپے آپ کو ریٹ دیتے ہیں۔ وہی گیس ملک کے دوسرے صوبوں میں نکل رہی ہے تو سو روپے پر 25 روپے ان کو فی کیوبک فٹ دے رہے ہیں۔ تو ہمارے ساتھ یہ disparities کیوں ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہماری گیس کو بھی اسی لیول پر لایا جائے تاکہ آپ کی رائیلیٹی بڑھے، آپ کے صوبے کا بجٹ بڑھے۔ آپ عوام کی خدمت کر سکیں۔ اگر فیڈریشن سے آپ کو کچھ نہیں ملتا ہے تو کم از کم اس قسم کی کوئی ٹریٹمنٹ تو آپ کے ساتھ ہونی چاہیئے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: ملک محمد قاسم، لیڈر آف دی ہاؤس on point of personal explanation.

ملک محمد قاسم: بھئی میں پہلے کہا ہوا ہے۔

It is point of personal explanation. Madam you have allowed me.

بات تو کرنے دیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ بلوچستان کے دو منٹ اتنے لمبے ہوتے ہیں۔ میرے 2 پرسینٹ پر وہ شور مچا رہے تھے۔ عرض یہ ہے

Leader of the Opposition is superior. Everytime when I want to hear him. I hear him most attentively and I was even saying that I am not understanding him and the Leader of the Opposition was instructing me, advising me to use airphone. We always misunderstand each other. I love him. I want to tell him, I want to assure Agha Sahib, that I was very much interested to hear him. I have to reply him, and I

have to reply his wrong allegations also. I am still with Ayub Khan but I have never sided with any Martial Law Administrator. I have always opposed them and I was not with Ayub Khan when he was the Martial Law Administrator.

جناب گلزار احمد خان: پوائنٹ آف پرسنل ایکسپلینیشن!

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جی فرمائیں۔

جناب گلزار احمد خان: جناب والا! ابھی کچھ بحث چلی تھی کوآپریٹوز کے متعلق۔ میں اس سے متعلق اپنی ذات کی بات کرتا ہوں۔ میاں نواز شریف صاحب اور شجاعت صاحب نے میرا نام خصوصی طور پر نادھندگان میں شمار کیا گیا۔ تو میں سب سے پہلے اس فلور پر کھڑے ہو کر اعلانیہ کہتا ہوں کہ میں نادھندہ نہیں ہوں، نہیں ہوں اور نہیں ہوں۔ مجھے خدا واسطے اور دشمنی کی بنا پر چوہدری شجاعت اور نواز شریف نے نادھندہ قرار دیا۔ میرے اثاثے ضبط کئے گئے اور.....

میڈم ڈپٹی چیئرمین: تو آپ کا نام لیا ہے کسی نے۔

جناب گلزار احمد خان: انہوں نے کئی مرتبہ میرا نام لیا ہے اور ابھی بھی مجھ پر زور دیا گیا تھا۔ میرے دوست جو ہیں ان کے سامنے مجھے ذلیل کرایا جا رہا ہے اور میرے colleagues کے سامنے۔ میں آپ کو حلفیہ کہتا ہوں کہ میں نے 18.19 کروڑ روپیہ اس پر خرچ کیا ہے اور آج تک ....

میڈم ڈپٹی چیئرمین: گلزار صاحب اس وقت تو کسی نے آپ کا نام نہیں لیا۔

جناب گلزار احمد خان: میرا نام انہوں نے لیا ہے اور میرے اوپر ہی دباؤ ڈالا گیا ہے۔ دو منٹ مجھے دے دیں۔ آپ کی مہربانی ہوگی۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ کا نام لیا ہی نہیں۔

جناب گلزار احمد خان: میں آپ کو یہ بتاؤں کہ میں نے ایک شراکت کی ہے، ایک کوآپریٹو ایجنسی کے ساتھ تو اس میں میں نے اپنا سرمایہ لگایا ہے۔ چوہدری شجاعت حسین نے اور میاں نواز شریف نے وہ اثاثے ضبط کر دیئے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: گلزار صاحب یہاں آپ کا کسی نے نام نہیں لیا۔ تو کس base پر آپ کا personal explanation ہے۔

جناب گلزار احمد خان: پارلیمنٹ میں میرا نام لیا گیا ہے اور ابھی بھی میرا نام لینا چاہتے تھے جو آپ نے نہیں لینے دیا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ تشریف رکھیں۔ آپ کا کسی نے نام نہیں لیا۔

جناب گلزار احمد خان: میں نے ہائی کورٹ میں stay لیا ہوا ہے۔ میں نے ہائی کورٹ میں کہا ہے کہ میرے اثاثے، اگر میرے ذمہ کچھ پیسے نکلتے ہیں (مداخلت) میں پرائم منسٹر سے اسی فلور سے ریکویسٹ کرتا ہوں کہ غیر جانبدار اور منصف قسم کے لوگ لگائے جائیں جو میرے اثاثوں کے متعلق جانچ پڑتال کریں اور اگر میرے ذمے نکلتا ہے تو میں 24 گھنٹے میں ادا کروں گا اگر نہیں نکلتا تو مجھے میرا حق دیا جائے۔ الٹا مجھے بدنام کیا جا رہا ہے یہاں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: گلزار صاحب ایک تو آپ لوگ سنتے نہیں۔ آپ کی صحیح

بات ہوئی لیکن یہاں آپ کا نام کسی نے نہیں لیا۔

جناب گلزار احمد خان: لیا نہیں، لیا جا رہا ہے چوہدری شجاعت حسین صاحب نے کئی بار میرا نام لیا۔ اب بھی میرا نام لینا چاہتے تھے کیونکہ لیکوڈیشن بورڈ انہوں نے بنایا ہے اور ان کا لیکویڈیشن بورڈ بار بار میرا نام دے رہا ہے۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: گلزار صاحب آپ کیا کر رہے ہیں مجھے سمجھ نہیں آرہی آپ کی اور شیر افگن صاحب کی، آپ کا نام لے رہے ہیں آپ کو کیسے پیشنگوئی ہوئی کہ نام لے رہے ہیں اور پھر اس پر بحث شروع کردی۔ یہ کوئی بات نہ ہوئی جس کا جو دل چاہے اپنی مرضی سے بولنا شروع کر دیتا ہے ذرا اس ہاؤس کے ڈیکورم کا بھی خیال رکھیں۔ کسی نے آپ کا نام نہیں لیا۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: اعجاز جتوئی صاحب۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: میڈم میں نے کئی دن پہلے نام دیا تھا پتہ نہیں میرا نام کیوں نہیں آیا۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: جتوئی صاحب کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے جیسے آپ کہہ رہے ہیں کہ میری ٹرین جا رہی ہے پلین جا رہا ہے اس طرح ریکوئیسٹ آتی ہے یہ courstesy ہے کہ اس کو وقت دیا جاتا ہے۔

جناب اعجاز علی خان جتوئی: آپ کس طرح نمبروار جا رہے ہیں ....

میڈم ڈپٹی چیئرمین: نمبر وار جا رہے ہیں اگر کوئی ریکوئسیٹ ہوگی تو یہ courtery ہوتی ہے۔ ابھی قاضی صاحب نے ریکوئیسٹ کی ہے۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: پوائنٹ آف آرڈر۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: مندوخیل صاحب۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: میں آپ کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا لیکن ہمیں اطلاع ملی ہے کہ ہاؤس آج پروروگ ہو رہا ہے اور پریذیڈنٹ کی تقریر پر بحث ختم ہو رہی ہے اور ہمارے محترم دوست فضل آغا صاحب بالکل طوفان میل کی طرح جا رہے تھے آپ نے ہمارے ممبر کو مجبور کیا، ......

میڈم ڈپٹی چیئرمین: میں نے مجبور نہیں کیا آپ کا حق آپ کو دلا رہی ہوں ایک بندے کا کوئی حق نہیں کہ وہی بولتا رہے۔

جناب عبدالرحیم خان مندوخیل: میں یہ نہیں کہہ رہا بلکہ میں کہہ رہا ہوں کہ کیا بات ہے کہ ہم پروروگ کر رہے ہیں جبکہ ہمارے بہت سے آنریبل ممبرز ایسے ہیں جنہوں نے اس پر تقریر کرنی ہے۔ عرض یہ ہے کہ اس پر دو دن مزید 12 اور 13 تاریخ بڑھا لیں۔

میڈم ڈپٹی چیئرمین: آپ فکر نہ کریں، جاری رہے گی، بحث جاری رہے گی اگلے سیشن میں بھی۔ قاضی حسین احمد صاحب۔

قاضی حسین احمد : شکریہ! میڈم چیئرپرسن صاحبہ! میں آپ کا شکر گزار ہوں میں بہت کم وقت لوں گا اور مجھے ایک دوسری بہت اہم appointment پر جانا ہے اس

لئے میں آپ سے اجازت چاہوں گا۔ میں پندرہ منٹ میں اپنی بات کو مکمل کرنے کی کوشش کرو گا تا کہ دوسرے لوگوں کو بھی بات کرنے کا موقع مل سکے۔ جناب چیئرپرسن صاحبہ! صدر کی جو تقریر تھی وہ اس لحاظ سے اس دفعہ زیادہ منفرد تھی کہ وہ پریذیڈنٹ کی ذاتی رائے نہیں تھی بلکہ حکومت کی پالیسی کی غمازی کر رہی تھی۔ حکومت نے پارلیمانی روایت کے مطابق انہیں جو کچھ کہنے کے لئے کہا تھا تقریباً کم و بیش انہوں نے وہی یہاں بیان کیا ہے تو یہ ایک اچھا موقع تھا کہ حکومت جو کہ حقیقت میں تمام معاملات کی ذمہ دار بھی ہوتی ہے، چلا بھی رہی ہوتی ہے تمام معاملات کو، تو وسیم سجاد صاحب اگرچہ اس پارٹی کے پریذیڈنٹ نہیں تھے لیکن انہوں نے اپنا فرض ادا کیا اور انہوں نے اچھی روایت قائم کی جو انہوں نے حکومت کی پالیسی یہاں بیان کی اور حکومت کی پالیسی بھی لوگوں کے سامنے آئی کہ کس لائن پر کس نہج پر چلنا چاہتی ہے۔ لیکن یہ بدقسمتی ہے کہ ہمارے ملک میں قول اور عمل کا تضاد ہے۔ ہمارے دستور میں کچھ لکھا یہ ہوتا ہے ہماری حکومت کچھ اور کر رہی ہوتی ہے۔ ہمارا قانون کچھ کہتا ہے ہمارے بڑے بڑے اعلیٰ افسران کچھ اور کر رہے ہوتے ہیں۔ ہمارے اپنے ہاں حدود آرڈیننسز اور حدود کے قوانین نافذ ہیں لیکن ہمارے جو کارپردازان حکومت ہیں وہ شراب کباب کی مجلسیں برسرعام سجاتے ہیں، محفلیں سجاتے ہیں اور ان کے اندر جو ان کے رنگ میں بھنگ ملانے کی کوشش کرتا ہے تو ان کو جیلوں میں ڈال دیتے ہیں اور حال ہی میں New Happy Year Night پر یہ واقعہ لاہور میں وقوع پذیر ہو چکا ہے۔ اس کے باوجود پھر ہمارے وزیرداخلہ صاحب کہتے ہیں کہ آپ وعظ نہ کریں۔ جناب والا! ہم اگر وعظ سے کچھ ایک قدم آگے بڑھاتے ہیں تو پھر تو آپ کے پاس پولیس ہے آپ کے پاس فوج ہے آپ ڈنڈا بردار لے کر آ جاتے ہیں۔ تو ہم مجبور ہیں اس بات پر کہ صرف وعظ ہی کرتے ہیں۔ باقی قوت نافذہ تو آپ ہی کے پاس ہے۔ ہمارے پاس تو صرف بات کرنے کی ایک چیز ہے۔ اگر آپ اجازت دیں گے تو ہم وعظ سے آگے بھی بڑھ سکتے ہیں۔ وہ بھی طریقہ ہمیں آتا ہے لیکن اس سے آگے بڑھیں تو پوری قوت کے ساتھ آپ آ جاتے ہیں۔ جناب چیئرپرسن صاحبہ! یہ جو پاکستان کا آئین ہے یہ 1973ء کا آئین ہے یہ amended بھی نہیں ہے آٹھویں ترمیم کی میں بات نہیں کر رہا amended نہیں ہے اوریجنل آرٹیکل 31 آپ دیکھیں کہ

31 (1) "steps shall be taken to enable the Muslims of Pakistan, individually and collectively, to order their lives in accordance with the fundamental principles and basic concepts of Islam and to provide facilities whereby they may be enabled to understand the meaning of life according to the Holy Quran and Sunnah."

(2) The State shall endeavour, as respects the Muslims of Pakistan' (as) to make the teaching of the Holy Quran and Islamiat compulsory, to encourage and facilitate the learning of Arabic language and to secure correct and exact printing and publishing of the Holy Quran;

(b) to promote unity and the observance of the Islamic moral standards; and (c) to secrue the proper organization of Zakat, Ushr, Okaf and Mosque."

میڈم چیئرپرسن صاحبہ! بالکل یہ guiding principles ہیں سٹیٹ کے لئے، یہ پریذیڈنٹ کی تقریر سے بھی اہم ہیں، یہ پارٹی کے منشور سے بھی اہم ہیں۔ یہ ہمارے دستور کا تقاضا ہے اسی کے مطابق ہمارا نظام تعلیم درست کرنا چاہیئے۔ اسی کے مطابق ہمارے ریڈیو، ٹیلیویژن کو اپنی پالیسی وانبح کرنی چاہیئے۔ لیکن اس کے خلاف سب کچھ ہو رہا ہے۔ اس کے مطابق کچھ بھی نہیں ہو رہا۔ یہی وجہ ہے کہ ملک میں اخلاقی انحطاط ہے ملک روز بروز اخلاقی انحطاط اور فروتر اور پسپائی کی طرف جا رہا ہے۔

جناب چیئرپرسن صاحبہ! میرا دل دکھی ہے۔ میں آج سے چند روز پہلے سعودی عرب میں تھا۔ وہاں کے ایک قاضی کورٹ کے ترجمان نے جو ہمارے دیر سے تعلق رکھتا تھا مجھے اپنی دکھ بھری کہانی سنائی کہ ایک نہایت شرمناک طریقے سے مردوں کو عورتوں کو اور بوڑھے مردوں کو استعمال کیا جاتا ہے کیرئرز کے طور پر اور ان کے خاص مقامات کے اندر جو ہیروئن ایک خاص طریقے سے پہنچا دی جاتی ہے اس کے بعد پھر ان کو شک پڑتا ہے تو پھر وہ سپرے کرتے ہیں پھر کیپسولز دیتے ہیں پھر چھانتے ہیں ان کو اور وہاں پر جب وہ درآمد ہوتا ہے تو اس کے بعد پھر وہ کہتے ہیں کہ ہمیں کہا جاتا ہے کہ تم تمام لوگوں کو سامنے لا کر دہراؤ کہ کس طریقے سے جرم ہوا ہے پھر ہم وہ واقعہ دہراتے ہیں ساری دنیا کے مسلمان دیکھتے ہیں اور ہم دہراتے ہیں کہ اس اس طریقے سے ان سے برآمد ہوا۔ اس کے بعد ان کو سزائے موت ملتی ہے۔ سینکڑوں پاکستانی اس وقت سزائے موت کا انتظار کر رہے ہیں۔

اخلاقی انحطاط کیا ہمارے ملک میں ہماری حکومت کی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ اس شرمناک انجام سے جو ہمارے پاکستانیوں کا ہو رہا ہے اس سے ہمیں بچائیں اور ان لوگوں کو کیفرکردار تک پہنچائیں جو جناب چیئرپرسن صاحبہ! سرپرستی کر رہے ہیں ان ایوانوں میں بیٹھے ہوئے ہیں اور جو پارٹیاں ٹکٹ دیتی ہیں مسلم لیگ اور پیپلز پارٹی دونوں ان کو ایوان میں پہنچاتی ہیں ان کو وی آئی پی بناتی ہیں ان جرائم پیشہ ان بدترین بدمعاشوں کو وی آئی پی بنا کر پارلیمنٹ کے اندر یہاں بٹھایا جاتا ہے۔ پھر ہمیں کہتے ہیں کہ تم ممبران کے خلاف بات

کرتے ہو اور اس سے ان کے حقوق مجروح ہوتے ہیں۔ ان کو یہاں انہوں نے معزز بنا رکھا ہے۔

جناب چیئرپرسن صاحب! یہ اخلاقی انحطاط کس وجہ سے ہے؟ یہ اسی وجہ سے ہے کہ جن لوگوں کے ہاتھ میں ملک میں باگ ڈور ہے وہی لوگ سب سے بدترین عنصر ہے اس ملک کا اس قوم کا، جسے اس کے اوپر بٹھا دیا گیا ہے اور وہ مسلط ہے۔ اور اس کی وجہ سے یہاں پوری قوم کسی کو اس کی پرواہ نہیں ہے روز بروز ہم کہاں پہنچ رہے ہیں چیئرپرسن صاحب! کتنی شرم کی بات ہے کہ اس وقت بھی ہمارے ہاں 75 فیصدی illetracy ہے حالانکہ ہم نے اس کی تعریف کو بہت پھیلا دیا ہے اور جو اپنے دستخط کر سکے یا جو قرآن کریم ناظرہ پڑھ سے وہ بھی خواندہ ہے اس کے باوجود ہمارے ہاں 75 فیصدی ناخواندگی ہے اور کتنے شرم کی بات ہے کہ اقراء کے نام پر جو سرچارج لگا دیا گیا خواندگی کو بڑھانے کے لئے خواندگی کو بڑھانے کے لئے اس کو بھی تعلیم کی مد پر خرچ نہیں کیا گیا اور اس کو بھی دوسری مدات میں خرچ کیا گیا۔

جناب چیئرپرسن صاحب! ریڈیو اور ٹیلیویژن سے کوئی قوم کی تعلیم و تربیت کا کام نہیں لے رہا ہے۔ اس سے قوم کی اخلاقی تخریب کا کام لیا جاتا ہے اور اس سے جرائم کی تعلیم کو دی جاتی ہے حالانکہ فلم کے ذریعے سے، ڈرامے کے ذریعے سے، مکالمے کے ذریعے سے تفریحی پروگرام کے ذریعے سے قوم کی تربیت ہوتی ہے۔ ابھی میں سوڈان سے آیا ہوں اور انہوں نے ریڈیو اور ٹیلیویژن کواس کے لئے استعمال کیا ہے۔ وہاں پر انہوں نے اس کو اس تربیت کا ذریعہ بنا دیا ہے پوری قوم کے لئے۔ لیکن یہاں الیکٹرانک میڈیا کو بالکل ایک ایسے طرز پر استعمال کیا جا رہا ہے کہ اس سے لوگ جرم سیکھتے ہیں اور جرائم پیشہ بننے کی کوشش کرتے ہیں، ڈش انٹینا کی لوگ بات کرتے ہیں آپ ان کا مقابلہ کرنے کے لئے اپنی قوم کے مزاج کے مطابق دلچسپ اور تفریحی، صحت مند اور تعلیمی اور تربیتی پروگرام دے سکتے ہیں جس کے نتیجے میں قوم کی اس طرف توجہ ہو۔

جناب چیئرپرسن صاحب! سود ایک برائی ہے اور آج ساری دنیا اس کے خلاف چیخ رہی

ہے مغرب اور مشرق سود کے پنجے میں گرفتار ہے۔ یہ یہودیوں نے چکر چلایا ہے اور اس کے ساتھ یہ باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ سود کا متبادل نہیں ہے۔ جناب چیئرپرسن صاحب ! ہماری اپنی جو حکومت کے مختلف کمیشن ہیں ماہرین کے کمیشن جو انہوں نے بٹھائے ہیں انہوں نے سود کا متبادل نظام دیا ہے لیکن پچھلی حکومت نے فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے کے خلاف سپریم کورٹ میں اپیل دائر کی اور موجودہ حکومت سے بھی یہ توقع نہیں ہے کہ ان سے بہتر کوئی راستہ اختیار کریں گے۔ اسی وجہ سے ہم کہتے ہیں کہ ایک ہی لوگ ہیں ایک ہی پالیسی پر عمل پیرا ہیں ایک ہی کھوٹے سکے کے دو رخ ہیں اور ایک ہی لوگ آپس میں ایک دوسرے کی کرسیاں تبدیل کر کے میوزیکل چیئرز کی طرح لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

جناب چیئرپرسن صاحب! آج تک اسلامی نظریاتی کونسل کی سفارشات پر کس نے عمل درآمد کیا ہے۔ اس کو شیلف کر دیا گیا ہے۔ اس کو ضیاء الحق کے زمانے میں بھی محفوظ رکھا گیا لوگوں کو اس کی ہوا نہیں لگنے دی گئی اور اس کے بعد 1985ء میں جب ہمارے کہنے پر دستوری تقاضے کے مطابق ٹیبل کر دیا گیا آج تک اس پر بحث کی نوبت بھی نہیں آئی اور اس پر implementation تو بہت دور کی بات ہے۔ آج کوثر نیازی صاحب کا ایک بیان آیا ہے۔ جس میں انہوں نے پنجاب کی حکومت کو کہا ہے کہ انگریزی کو پرائمری سطح پر لازم کرنے کی بجائے آپ عربی تعلیم پر توجہ دیں۔ میں خیر مقدم کرتا ہوں لیکن میں کوثر نیازی صاحب سے یہ کہتا ہوں کہ اسلامی نظریاتی کونسل کی تشکیل اور اس کی نئی سفارشات اور نئی بات میں پھنسنے کی بجائے وہ اس پر زور دیں کہ جو اسلامی نظریاتی کونسل نے آج تک کام کیا ہے اور جو اس کے پلندے پڑے ہوئے ہیں اسی پر وہ اصرار کریں کہ اس کے بارے میں حکومت سنجیدہ ہو اور ان سفارشات پر عمل درآمد کرنے کی کوشش کرے۔

جناب چیئرپرسن صاحب! سیاسی استحکام بھی اسی وجہ سے نہیں ہے۔ انصاف بھی نہیں ہے، امن و امان کی حالت بھی ابتر ہے۔ جان و مال اور عزت کا تحفظ بھی حاصل نہیں ہے کیونکہ اخلاقی انحطاط ہے۔ کشمیر کے مسئلے پر میں دو چار باتیں عرض کروں گا کہ کشمیر پر

اپنی فوجیں واپس بلائے۔ ہمارے بہت سارے فرائض ہیں ٹھیک ہے ہمیں مسلمانوں اور اقوام متحدہ کی مدد کرنی چاہیئے۔ ہمیں بوسنیا کے مسلمانوں کی مدد کرنی چاہیئے۔ لیکن ہمیں امریکیوں کی حفاظت کے لئے اپنی فوج کو متعین نہیں کرنا چاہیئے۔ پاکستانی فوج کا محل وقوع اس طرح ہے کہ بیچ میں امریکی ہیں جو ہوائی اڈے کے اوپر بیٹھے ہوئے ہیں اور ان کے چاروں طرف امریکیوں کی حفاظت کے لئے پاکستانی فوج کھڑی ہے۔ وہاں کے لوگوں نے ہمیں روتے ہوئے کہا کہ ہم پاکستان سے لڑنا نہیں چاہتے۔ ہم ان کو کہتے ہیں کہ ہمارے سامنے نہ آئیں۔ ہم اگر آٹھ دس امریکیوں کو پکڑ لیں گے آٹھ دس امریکی قتل ہو جائیں گے تو ہمارا مسئلہ حل ہو جائے گا۔ لیکن ہمارے سامنے پاکستانیوں کو ڈھال بنا کر کھڑا کیا جاتا ہے۔ جن کو ہم قتل نہیں کرنا چاہتے جن کے ساتھ ہم لڑنا نہیں چاہتے۔ جن سے ہم نے کچھ نہیں لینا ہے۔ سارے صومالی کہتے ہیں کہ یہاں سے یہ ہٹ جائیں۔ میں سوڈان میں ایک لنچ میں ایک دعوت میں بیٹھا تھا ایک صومالی آیا وہ مجھے پن پوائنٹ کر کے ہدف بنا کر میرے سامنے بیٹھ گیا۔ بار بار مجھے کہتا ہے کہ اٹلی والے چلے گئے انہوں نے وہاں لڑنے سے انکار کر دیا، مصریوں نے لڑنے سے انکار کر دیا، نائجیرین نے لڑنے سے انکار کر دیا، پاکستانی مرتے بھی ہیں کھڑے ہیں کہ ہم لڑیں گے اس لئے کہ بھوکے ہیں۔ بار بار کہنے لگا مجھے مشتعل کرنے کے لئے کہ بھوکے ہیں اڑھائی ہزار ڈالر لیتے ہیں۔ پانچ سو ڈالر آپریشن ڈے کے لیتے ہیں۔ بھوکے ہیں۔ بار بار پانچ چھ دفعہ ہر فقرے کے بعد کہ بھوکے ہیں اس لئے یہاں آئے ہیں۔ ہمارے لوگ پاکستانی کہتے ہیں کہ پہلے ہمیں اردن میں فلسطینیوں کے خلاف استعمال کیا گیا۔ اور اس کی وجہ سے فلسطینیوں سے تعلقات آج بھی کشیدہ ہیں۔ آج ہمیں صومالیوں سے لڑا رہے ہیں اور خلیج کے ہر ملک میں صومالی موجود ہیں پاکستانیوں کی ان کے ساتھ خواہ مخواہ کے لئے کشمکش ہو رہی ہے امریکیوں کی وجہ سے۔ سوڈان ہدف ہے اس کا گھیراؤ کرنا چاہتے ہیں۔ باب المندق مطلوب ہے اور صومالیہ کے جغرافیائی محل وقوع کی وجہ سے اور تیل کو محفوظ راستہ بنانے کی وجہ سے امریکیوں کی دلچسپیاں ہیں۔ میڈم چیئرپرسن صاحبہ! مسلمانوں کا مسئلہ ہوتا، کوئی غذا کی بات ہوتی، ہمیں کیا ضرورت تھی اس کی مخالفت کرنے کی۔ امریکیوں کی حفاظت کے لئے وہاں متعین کئے گئے ہیں۔ یہ چیز ہماری سوچ کی بنیاد کے خلاف ہے وہ تو کہتے ہیں کہ غازی یا شہید۔ وہاں غازی بنتے ہیں یا شہید بنتے ہیں، کیا بنتے ہیں امریکیوں کی حفاظت میں۔ یہ

مذاکرات کا ایک یہاں پر ڈرامہ رچایا گیا حالانکہ اس سے پہلے وزیر خارجہ یہ بھی کہتا رہا کہ اس کا نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ نتیجہ جب برآمد نہ ہونے کا یقین تھا تو اس کے بعد کیوں یہ کیا گیا کہ اس کے فوراً بعد ایک تو وہ ہیومن رائٹس کے حوالے سے جب اقوام متحدہ کے پلیٹ فارم پر اس کو اٹھایا جا رہا تھا وہاں سے اس کو واپس لے لیا۔ مذاکرات کا ایک چکر چلایا گیا جس میں انڈیا کو وہاں پر مزید ظلم کرنے کا موقع فراہم کیا گیا اور اس کے بعد ڈکشٹ نے آج کل ہی اس کا بیان آیا ہے جس میں اس نے کہا ہے کہ

We will not sell Kashmir for peace.

یعنی وہ peace چاہتے ہی نہیں ہیں وہ امن نہیں چاہتے۔ وہ کشمیر سے دستبردار ہونے کے لئے تیار نہیں اس کو متنازعہ ہی نہیں مانتے۔ اس کو disputed territory ہی نہیں مانتے۔ کس بنیاد پر آپ نے ان کے ساتھ مذاکرات شروع کئے ہیں جبکہ وہ اس کے dispute کے ہی قائل نہیں ہیں اور نرسمہاراؤ کا بھی بیان ہے کہ ہم اس کا حل وہی کریں گے جو پنجاب میں ہم نے کیا ہے۔ یعنی ہم قتل کریں کے کشمیریوں کو اور ہم اس کی آبادی کو تبدیل کر دیں کے اور اس کا بہت شدید امکان ہے اگر آپ نے اس طرح سوچا۔ ایک طرف تو آپ کے وزیر خارجہ کہتے ہیں کہ کشمیر پر نیوکلیر وار ہو سکتی ہے۔ لیکن دوسری طرف وہ نیوکلئیر وار سے نیچے جو آپ کے فرائض ہیں وہ کہاں آپ پورے کر رہے ہیں۔ نیوکلیر وار تو بہت دور کی بات ہے۔ آپ نے تو کشمیریوں کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا ہے اور اگر یہ خدا نخواستہ اتنی بڑی تحریک، تاریخی تحریک آپ کی غفلت کے نتیجے میں کہ آپ وہاں پہنچ نہیں رہے ہیں ان کی مدد نہیں کر رہے ہیں اگر اس کے نتیجے میں دم توڑ گئی تو اس کے بعد ان کو کشمیر کا حلیہ بگاڑنے کا موقع ملے گا۔ وہ پھر کشمیریوں کا نہیں ہوگا وہ پھر بھارتیہ جنتا پارٹی کے لوگوں کا ہوگا اور انہوں نے پہلے ہی کہا ہے کہ اسرائیل نے جس طرح فلسطین کے مسئلے کو حل کیا ہے اسی طریقے سے ہم یہاں کی آبادی کو نکال دیں گے اور کشمیر کی بجائے یہاں غیر کشمیریوں کو آباد کریں گے اس کا سپیشل سٹیٹس بھی وہ ختم کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔

جناب چیئرپرسن صاحب! میں حکومت پاکستان سے استدعا کرتا ہوں کہ وہ ...... —

غازی بنتے ہیں نہ شہید بنتے ہیں اور جس کا شعار ہے ایمان، تقویٰ، جہاد فی سبیل اللہ اس سوچ کو وہاں لا کر ان کو ذلیل بنایا جاتا ہے۔

چیئرپرسن صاحب! میری حکومت سے استدعا ہے فوری طور پر صومالیہ سے فوج بلائیں اور ہمیں اپنی عزت نفس واپس کر دے۔

کشمیر کے بارے میں ان لوگوں کو سرپرستی دی جاتی ہے جن کے اسلام آباد کے مظاہرے میں بہت بڑا بینر تھا اور سعودی گزٹ میں میں نے وہاں تصویر دیکھی اور سعودی گزٹ کی تصویر میں کشمیریوں سے زیادہ نمایاں وہ بینر تھا جس پر "No India" کٹا ہوا تھا اور صرف India کا ایک حصہ ہی باقی تھا لیکن بینر پر بڑا لکھا ہوا تھا No Pakistani wants Shariat ایک چھوٹا سا مختصر گروہ ہے اس چھوٹے سے مختصر گروہ کی ہمارے ملک کے اندر سرپرستی ہو رہی ہے۔ ہماری حکومت کے زیر سایہ ان کو اچھالا جا رہا ہے اور ان کی سرپرستی ہو رہی ہے۔

جناب چیئرپرسن صاحب! کشمیریوں کی بہت بڑی میجارٹی پاکستان سے الحاق ہی کو اپنی آزادی تصور کرتی ہے۔ پاکستان کے الحاق کے بغیر کشمیر کی آزادی کا کوئی مطلب نہیں ہے۔ ہماری سرحد پر افغانستان میں خانہ جنگی ہے۔ لوگ آپس میں لڑ رہے ہیں۔ کابل شہر تباہ ہو چکا ہے۔ خالی بھی ہو چکا ہے اور یہ جلال آباد کے معاہدے پر عملدرآمد نہ کرنے کا نتیجہ ہے اور اس کی implementation کی ذمہ داری OIC نے لی تھی۔ پاکستان، ایران اور سعودی عرب تینوں نے لی تھی انہوں نے وہاں پر ہوٹل بھی لے لیا تھا کہ یہاں OIC کا کمیشن آئے گا۔ نہ وہ کمیشن بنا اور نہ وہاں عملدرآمد کے لئے لوگ گئے اور پھر اسی مخمصے کے اندر ان کو اکیلا چھوڑ دیا گیا اور یہ بین الاقوامی سازش ہے کہ افغانستان turmoil میں رہے وہاں امن و امان قائم نہ رہے اور اس کا راستہ روکنے کے لئے ہماری حکومت کو ------ چونکہ ہماری قومی ضرورت ہے اور ہمارے بھائی ہیں، ہمارے ساتھ تو ان کے ہر طرح کے تعلقات ہیں او وہاں پر امن ہو گا جو علامہ اقبال کا کہنا ہے کہ

شعر فارسی

نہ فساد ہو گا نہ پوری ایشیا میں فساد ملے گا۔ اور وہاں پر امن ہو گا خوشحالی ہو گی چاروں طرف امن و خوشحالی پھیلے گی تو یہ ہماری تقویت کا باعث ہے۔

جناب چیئرپرسن صاحب! میں حکمران پارٹی سے یہ درخواست کروں گا کہ ان کے inclusive ہونے کی جو کیفیت ہے اسے محسوس کریں کیبنٹ آپ کی پوری نہیں ہے آپس میں جھگڑے میں ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہیں اور یہ خود کہہ رہے ہیں کہ المرتضیٰ میں "را" کے ایجنٹ بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ یہ اپنی ماں کے بارے میں کہتے ہیں اس کے پاس "را" کے ایجنٹ بیٹھے ہوئے ہیں تو آپ کے بارے میں لوگ کیا رائے قائم کریں گے۔ آپ پھر کون ہیں جب آپ کی ماں کے گھر میں "را" کے ایجنٹ بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ پھر کون ہیں؟

جناب چیئرپرسن صاحب! یہ جگ ہنسائی کا موقع نہ دیں indicesion کی کیفیت کو چھوڑ دیں۔ اور انہوں نے صدر کی زبان سے اپنی جو پالیسی بیان کی ہے کم از کم اس پر عملدرآمد کریں اور اس پر آگے چلیں۔ اس کے نتیجے میں ہم تعاون کے لئے تیار ہیں۔ ہم نہیں چاہتے کہ یہاں ملک کے اندر عدم استحکام ہو۔ ہم یہ نہیں چاہتے ہیں کہ 1994ء میں پھر الیکشن ہو جائیں۔ قوم بھی نہیں چاہتی۔ یہی نتیجہ نکلے گا پھر 1994ء میں۔ تین چار سال ان کو گزرنے دیں ان کی ساری خرابیاں سامنے آ جائیں۔ چوہدری شجاعت حسین ان کے تمام رازوں کو کھول دیں تا کہ لوگوں کو اس پوری جو قیادت ہمارے اوپر مسلط ہے سب سے نجات ملے اور لوگوں کو کوئی سکھ کا سانس لینے کا موقع مل جائے۔ وآخر دعوٰن ان الحمد اللہ رب العلمین۔ بہت بہت شکریہ

جناب شہزاد گل : شکریہ، جناب چیئرپرسن صاحب! میں کوشش کروں گا کہ صدر

صاحب کے خطاب پر ان باتوں کو بلاضرورت نہ دہرایا جائے جو میرے ساتھیوں نے کہی ہیں۔ صدر صاحب نے اپنے خطاب کے شروع میں ممبران قومی اسمبلی اور صوبائی حکومتوں کو مبارکباد دی ہے اچھی بات ہے اور اس کے بعد صدر صاحب کی تقریر کا زیادہ حصہ آئین کی بالادستی اور قانون کی حکمرانی سے متعلق ہے۔ صدر صاحب تو شاید خود بھی موجود حکومت کے ساتھ کافی وقت سے چلے آ رہے ہیں ان کو پورا تجربہ نہ ہوا ہو گا لیکن موجودہ حکمران پارٹی سے اس قسم کی توقع رکھنا، آئین کی بالادستی اور قانون کی حکمرانی کی توقع رکھنا محض خام خیالی اور خوش فہمی پر مبنی ہے۔

جناب والا! آئین کی بالادستی اور قانونی کی حکمرانی یا جمہوریت کے استحکام کی بات آتی ہے تو موجودہ حکمران پارٹی اور ان کی وزیراعظم صاحبہ جب الیکشن ہارتی ہیں اور پارلیمنٹ میں ہوتی ہیں تو پھر وہ اس اسمبلی کو جس کی وہ ممبر منتخب ہو کر آتی ہیں بوگس کے نام سے پکارتی ہیں اور پھر اسی اسمبلی کے فلور پر صدر مملکت کا استقبال "go Baba go" کے نعروں سے کرتی ہیں۔ کیا یہ آئین کی بالادستی ہے اور جب خود الیکشن جیت کر پارلیمنٹ میں آتی ہیں تو پھر مخالف سیاسی پارٹیوں کی زبان بند کرانے کی مکمل کوشش کرتی ہیں کہ کوئی حکومت کے خلاف بات نہ کر سکے۔ دیکھیں ابھی 5 جنوری کو یہ تو اس کی سابقہ روایت ہے کہ 5 جنوری کو اپنی بیوہ والدہ کو اپنے مرحوم شوہر کے مزار پر دعائے مغفرت کے لئے جانے کی اجازت نہ دی۔ اسی طرح اپنے بھائی کو جانے کی اجازت نہ دی اور اس دن جو کچھ ہوا وہ ایک سیاہ دن تھا، لوگوں پر گولیاں چلیں اور خود بی بی سی کے نمائندے نے کہا ہے کہ میں خود مرتضی ہاؤس کے اندر موجود تھا اور وہاں کوئی مسلح شخص نہ تھا۔ وہاں پر کوئی اس قسم کی بات نہیں تھی۔ بے گناہ لوگوں پر فائرنگ ہوئی۔ بے گناہ لوگوں کو مارا گیا اور وہ سلسلہ چل رہا ہے اس کا reaction یہ ہوا کہ اتنے عرصے کے بعد کراچی کی ایک عدالت کے احاطے میں دھماکے ہوئے اور اس میں کافی جانی نقصان ہوا ہے تو اس قسم کی باتوں سے نہ آئین کی بالادستی ہوتی ہے اور نہ یہ قانون کی حکمرانی ہے۔

محترمہ! صدر صاحب نے کہا ہے کہ پاکستان میں ایک وفاقی نظام ہے۔ یہ درست

ہے پاکستان ایک وفاق ہے اور اس میں وفاقی یونٹ چار صوبے ہیں۔ اگر وفاق میں وفاقی یونٹ یا صوبے مضبوط نہ ہوں وہ ترقی نہ کر سکیں وہ خوشحال نہ ہوں لوگ مطمئن نہ ہوں تو وفاق کبھی مستحکم نہیں ہو سکتا اور نہ مستحکم حکومت قائم ہو سکتی ہے۔ تو موجودہ حکومت اپنی سابقہ روایات کے مطابق صوبوں کو کمزور کر رہی ہے اور زیادہ سے زیادہ اختیارات مرکز اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش کر رہا ہے اور صوبوں کے حقوق کی نفی کی جا رہی ہے۔

اب دیکھیں پنجاب کے متعلق تو کہا گیا ہے کہ ایک ایم این اے صاحب گئے ہیں اور وہاں پر مشیر خاص بن کر وزیر اعلیٰ کے اوپر مقرر کئے گئے ہیں۔ سارے اختیارات وہی استعمال کر رہا ہے۔ لیکن سرحد کے متعلق یہاں پر مخالف سیاسی پارٹیوں کی مخلوط حکومت ہے۔ وہاں کا اپوزیشن لیڈر اور ایم پی اے صاحب اس کو مرکز میں بٹھایا گیا ہے اور صوبہ سرحد کے بارے معاملات اسی کے ذریعے چلائے جا رہے ہیں اور کوشش کی جا رہی ہے کہ سرحد کی حکومت کو کمزور کیا جائے۔ وہ کہتے ہیں بیان دے رہے ہیں پریس میں آ رہا ہے کہ بہت جلد سرحد کی حکومت کو ختم کر دیا جائے گا۔ کیا یہی جمہوریت ہے؟ کیا ہم موجودہ حکمران پارٹی سے یہ توقع رکھ سکتے ہیں کہ یہ جمہوریت پر گامزن ہو گی یا یہ آئین اور قانون کی بالادستی قائم کر رہی ہے تو یہ ہے کہ موجودہ حکومت سے یہ توقع نہیں کی جا سکتی۔ سب سے ضروری بات، ہم اور ہماری پارٹی یہ چاہتی ہے کہ آئین پر نظر ثانی کی جائے۔ وہ کہتے ہیں کہ آٹھویں ترمیم کو ختم کیا جائے۔ لیکن آٹھویں ترمیم میں صرف وہ اختیار جو صدر صاحب کے پاس اسمبلی کے توڑنے کا ہے صرف صدر کے اس اختیار کو کم کرنا چاہتے ہیں باقی آئین کو وہ نہیں چھیڑنا چاہتے بلکہ باقی آئین میں زیادہ سے زیادہ اختیارات مرکز کے پاس ہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ صدر اور وزیراعظم کے اختیارات میں توازن ہو اور صدر کو ایسا نہ بنایا جائے کہ وہ چوہدری فضل الٰہی بنے یا وزیراعظم ایسا نہ ہو کہ وہ ذوالفقار علی بھٹو بنے۔ ہم چاہتے ہیں کہ سارے آئین پر نظرثانی کی جائے اور آٹھویں ترمیم سے پہلے جو سات ترامیم کی گئی ہیں اور جن میں سے صوبوں سے اختیارات حاصل کئے گئے ہیں اور مرکز نے اپنے پاس رکھے ہیں۔ وہ واپس کیے جائیں جس وقت یہ آئین تیار ہو رہا تھا متفقہ طور پر، تو جو پارٹیوں کے لیڈرز تھے تب ہی انہوں نے دستخط کئے تھے کہ اس میں صوبائی خودمختاری کی

ضمانت دی گئی تھی لیکن پھر فوراً اس کے بعد ترامیم کے ذریعے صوبائی خودمختاری کے اختیارات مرکز نے اپنے قبضے میں لے لئے۔

صدر صاحب نے اپنے خطاب میں صوبائی خودمختاری کا کوئی ذکر نہیں کیا۔ جبکہ پاکستان کا سب سے بڑا مسئلہ صوبائی خودمختاری اور اس پر عملدرآمد کرانا ہے۔ اب دیکھیں چیئرمین صاحب! کنکرنٹ لسٹ کی 24 نمبر پر درج ہے اس لسٹ پر صوبے کا بھی اختیار ہے۔ لیکن موجودہ وقت میں سی سی آئی کی میٹنگ نہیں ہوئی جبکہ سابق دور یعنی نواز شریف صاحب کے دور میں اس کی میٹنگ ہوئی اس میں پانی کا معاہدہ ہوا اور صوبوں کے اپنے حصے کے پانی کا تعین کیا گیا۔ اب اس پر موجودہ حکومت اس پر عملدرآمد نہیں کر رہی ہے۔ پہلے تو یہ ہے کہ بجلی کی رائیلٹی ہمیں نہیں دی جا رہی۔ چھ سو کروڑ کا فیصلہ ہوا تھا پھر ساڑھے سات کروڑ ہوئے اور آئندہ سال نے 9 سو کروڑ ہونے تھے۔ اسی طرح بلوچستان کا بھی جھگڑا ہے وہ بلوچستان کے میرے ساتھی پیش کریں گے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ بجلی کے متعلق جو فیصلہ ہو چکا ہے جو قومی مالیاتی کمیشن نے کیا ہے اس پر پوری طرح عملدرآمد کیا جائے یہ کنکرنٹ لسٹ کا معاملہ ہے۔ اس میں یہ تھا کہ 20 سال بعد صوبوں کے حوالے کر دیا جاتا ہے ابھی تک اس پر کوئی عملدرآمد نہیں ہوا۔ لیکن اس پر عملدرآمد کیا جائے۔

واپڈا میں جہاں تک پاور کا تعلق ہے اس کو پوری طرح صوبوں کے حوالے کیا جائے۔ پانی کے معاہدے کے تحت صوبوں کو یہ اختیار ہے کہ وہ اپنی بجلی پیدا کریں۔ پہلے یہ نہیں تھا لیکن اب یہ صوبوں کو اختیار ہے۔ گو صوبہ سرحد کی حکومت نے ایک سکیم شیڈو کے نام سے تیار کی تھی کہ وہ بجلی تیار کریں گے۔ لیکن اس بجلی سے صوبہ سرحد کے عوام کو کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ نہ ہم اپنے لوگوں کو ارزاں نرخوں پر بجلی دے سکتے ہیں اور نہ ہی مفت بجلی دے سکتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ٹرانسمیشن اور ڈسٹری بیوشن جو ہے وہ واپڈا کے ہاتھ میں ہے اور تمام لائنیں وغیرہ بھی واپڈا کی تحویل میں ہیں۔ اور جب تک یہ بجلی کی لائنیں ہمیں نہ دیں یا اجارہ پر دیں یا فروخت کریں چونکہ یہ مرکزی حکومت کے خزانے سے قائم ہوئے ہیں۔ اس لئے سرحد کا بھی اس پر حق ہے کہ سرحد کے اندر جتنی بھی

ٹرانسمیشن لائنیں ہیں وہ سرحد کی حکومت کی ملکیت میں دے دیئے جائیں جب سرحد حکومت اپنی بجلی پیدا کرے تو بجائے اس کے کہ وہ بجلی نیشنل گرڈ میں شامل کریں وہاں اپنے طور پر سرحد گرڈ قائم کردیں اور وہ بجلی سرحد کی حکومت اپنے عوام کو ارزاں نرخ پر دے۔ اگر وہ چاہے تو 50 یونٹ تک ہم نے وعدہ کیا تھا کہ ہم مفت دیں گے۔ تو ہم یہ مفت بجلی بھی دے سکتے ہیں اور ارزاں نرخ پر بھی مہیا کر سکتے ہیں۔

اب کالا باغ ڈیم کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں کئی بار کئی قراردادیں صوبہ سرحد کی اسمبلی پاس کر چکی ہے اور سندھ کی اسمبلی بھی پاس کر چکی ہے کہ کالا باغ ڈیم تعمیر نہ کیا جائے۔ فی الوقت موجودہ حکومت نے پھر کالا باغ ڈیم کا شوشہ چھوڑ دیا ہے کہ اسے بنا رہے ہیں۔ تو اس کے بنانے سے این ایف سی ایوارڈ کی نفی ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی اب حکومت غازی بروتھا ڈیم بنا رہی ہے۔ اب پانی تو دریائے سندھ سے آئے گا غازی سے جو صوبہ سرحد میں ہے۔ لیکن پاور ہاؤس پنجاب میں بنے گا اور پانی دریائے سندھ کا استعمال ہوگا۔ زمین صوبہ سرحد کی استعمال ہوگی۔ لیکن پاور سٹیشن پنجاب میں بنے گا اور اس کی پرافٹ جو ہے وہ پنجاب حکومت کو جائے گی۔ سرحد گورنمنٹ کو اس سے محروم کیا جا رہا ہے۔ تو چاہیئے یہ تھا کہ سرحد حکومت سے مشورہ کیا جاتا۔ تاکہ جس وقت تربیلا ڈیم بناتے وقت گدون امازئی انڈسٹریل اسٹیٹ بنائی گئی اور مراعات دی گئی اسی طرح یہاں بھی چاہیئے تھا کہ غازی میں کوئی انڈسٹریل اسٹیٹ قائم کی جاتی کوئی فائدہ دیا جاتا۔ پھر لوگوں کو ہم مطمئن کر سکتے تھے یہ بھی این ایف سی کی مخالفت تھی۔

اسی طرح موٹر وے منصوبہ ہے پشاور اسلام آباد موٹر وے کے ترک کرنے سے صوبہ سرحد کی ترقی میں سب سے بڑی رکاوٹ بنی ہے یہ 160 کلومیٹر تھا یہ سرحد میں 60 کلومیٹر سے زیادہ بن رہا تھا اب اس موٹر وے کے دونوں جانب صوابی، مردان اور ایک پشاور ڈسٹرکٹ میں تین انڈسٹریل اسٹیٹ بنتے تھے۔ اور ایک انڈسٹریل اسٹیٹ کے ساتھ کافی لوگوں کو روزگار ملتا، وہاں پر آبادی ہوجاتی، ترقی ہوجاتی۔ لیکن اس کو ترک کرنے سے وہ انڈسٹریل اسٹیٹ بھی ختم ہوگئے۔ پھر سب سے بڑی جو نقصان کی بات ہے وہ یہ کہ اس موٹر وے

کے ذریعے وسطی ایشیا کے ممالک کے ساتھ ہم تعلقات قائم کرنا چاہتے ہیں اور وہاں سے بجلی اور گیس آئے گی اور تجارت کے راستے کھلیں گے۔ اب یہ تجارتی راستے کہاں سے جائیں گے یہی موٹر وے تھا کہ یہ صوبہ سرحد کے راستے سے ازبکستان اور تاجکستان تک وسیع ہونا تھا جب یہ سڑک بن جاتی اور یہ تجارتی راستہ کھل جاتا تو پشاور سابقہ ادوار کی طرف جیسے کہتے ہیں کہ تجارتی قافلے قصہ خوانی بازار میں آکر ٹھہراتے تھے اور پشاور ایشیا کا تجارتی مرکز تھا تو پشاور نے تجارتی مرکز بنتا تھا تو اس منصوبے ترک کرنے سے ان ساری مراعات سے ہم محروم ہوگئے ہیں اور یہ جو اقدام ہے ہماری ترقی کے راستے میں بڑی رکاوٹ ہے۔ گدون امازئی کی مراعات ابھی تک بحال نہیں کئے گئے۔ چاہیئے تھا کہ ان کی مراعات کو بحال کیا جاتا۔

جناب والا! اقتصادی کمیشن کی تشکیل نو کی گئی ہے اور پالیسی کے جو فیصلے کابینہ نے کرنے تھے وہ اقتصادی کمیشن کر رہا ہے۔ واپڈا کو پرائیوٹائز کیا جا رہا ہے۔ جب واپڈا پرائیوٹائز ہوگا تو نیشنل فنانس کمیشن نے بجلی کے نیٹ پرافٹ کے متعلق جو فیصلے کئے ہیں یا جو حصے مقرر کئے ہیں اس پر عمل نہ ہو سکے گا واپڈا کی نجکاری سے سرحد کی حکومت جو ہے وہ اپنے جائز حقوق سے محروم ہو جائے گی۔ اقتصادی کمیشن کر ہی نہیں سکتے جب تک سی سی آئی کی میٹنگ نہ ہو اور سی سی آئی کمیٹی نہیں ہے۔ نگران گورنمنٹ نے سی سی آئی کی ایک میٹنگ بلائی۔ نگران وزیراعظم اور نگران وزرائے اعلیٰ کو آئین کے تحت قطعاً یہ حق نہیں ہے کہ وہ پالیسی میٹر یا اس کے متعلق فیصلے کرتے وہ سی سی آئی ہے نہیں ہے۔ جب منتخب وزیراعظم اور منتخب وزرائے اعلیٰ سے سی سی آئی قائم ہوتی ہے اور وہی ان امور کے متعلق فیصلے کر سکتے تھے۔ پہلے تو انہوں نے فیصلہ غلط کیا اور اس غلط فیصلے پر جو عملدرآمد کرایا جا رہا ہے وہ بھی سب سے بڑی غلطی ہے۔ سرحد کی حکومت متفقہ طور پر قرارداد پاس کر چکی ہے کہ واپڈا کو پرائیوٹائز نہ کیا جائے اگر حکومت اس مسئلے میں کوئی پیش رفت کرتی ہے تو سرحد کے منتخب نمائندوں کی بھی یہ تذلیل ہے اور سرحد کے ساتھ بھی یہ زیادتی ہے اور آئین کی خلاف ورزی ہے۔

جناب والا! جس طرح کہتے ہیں کہ انتخابات صاف اور شفاف تھے اب صدارتی الیکشن

کے وقت موجودہ حکومت نے ساتھیوں کے ساتھ اتنے غلط وعدے کئے اور جس طرح سے ہارس ٹریڈنگ ہوئی (صداتی الیکشن کے وقت میں) تو ان پر اب وہ عملدرآمد نہیں کرا سکتی کیونکہ کسی کو کہا ہے کہ وزارت دیں گے، کسی کو کہا ہے کہ گورنری دیں گے، مشیر بنائیں گے، یہ دیں وہ دیں گے۔ اب وہ وعدے پورے نہیں کر سکتے اس وجہ سے کابینہ تشکیل نہیں دی جا رہی۔ کابینہ کی تشکیل نہیں ہو سکتی۔ 17 پارلیمنٹری سیکرٹری بنائے گئے۔ اقبال حیدر صاحب نے آج ان کی میٹنگ بھی بلائی ہے تو پارلیمنٹری سیکرٹری کا آئین میں کوئی ذکر نہیں ہے۔ کابینہ کا ذکر ہے۔ وہ کابینہ کے ممبر تو نہیں ہیں اور ان کے فیصلوں میں وہ حصہ دار نہیں بن سکتے اب یہ کہتے ہیں کہ مارچ میں سینٹ کے الیکشن کے بعد کابینہ بنائیں گے پھر لوگوں سے ناجائز ووٹ حاصل کرنے کے لئے وہ کوشش کر رہے ہیں کہ کسی طرح سے اپنے لوگوں کو سینٹ میں لے آئیں اور بعد میں دیکھا جائے گا کہ کیا ہوتا ہے۔

پھر ٹاسک فورس کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ ٹاسک فورس میں وہ پرانے بیوروکریٹ ہیں یا ہارے ہوئے لوگ ہیں حالانکہ پارلیمنٹ موجود ہے اور منتخب نمائندے موجود ہیں ان سے کام لینے کی بجائے ٹاسک فورس قائم کئے جا رہے ہیں اور ان میں سابقہ بیوروکریٹ اور اپنے منظور نظر اشخاص کو لایا گیا ہے اور ان سے کام چلایا جا رہا ہے یہ کہاں کا انصاف ہے جب پارلیمنٹ موجود ہے تو ٹاسک فورس کی کیا ضرورت ہے، کابینہ فیصلے نہیں کر سکتی، کیا وہ یہ فیصلے پارلیمنٹ میں نہیں کرا سکتے۔ کیوں نہیں کرا سکتے۔ یہ ہے کہ ٹاسک فورس غیرضروری طور پر بنی ہے اور یہ پارلیمنٹ کے حقوق پر غاصبانہ قبضہ ہے ٹاسک فورس کو قائم کر کے سارے فیصلے اور سارے کام انہی سے چلائے جا رہے ہیں۔

جناب والا! صدر صاحب نے پاکستان کو بیمار جسم سے تشبیہ دی ہے جس کی بیماریوں کی نشاندہی تو کر سکتے ہیں کہ یہ بیماری ہے، وہ بیماری ہے لیکن ان کے علاج کا کوئی ذکر نہیں کیا کہ یہ بیماریاں کیسے دور ہوں گی اور کیسے ہوں گی اس وقت تعلیم کا معیار بھی ختم اور percentage بھی نہیں ہے اور خود صدر صاحب نے اپنے خطاب میں کہا ہے کہ محکمہ صحت تو خود بیمار نظر آ رہا ہے جب محکمہ صحت خود بیمار ہے، تعلیم نہیں ہے تو یہ ملک

کیسے چلے گا اس ملک کی صحت جب اچھی نہیں ہو گی تو اس ملک کے لوگ صحت مند نہیں ہوں گے، تعلیم یافتہ نہیں ہوں گے تو وہ ملک آگے کیسے ترقی کر سکے گا اور آگے کیسے چلے گا۔

محترمہ چیئرپرسن صاحبہ! ملک میں کمر توڑ مہنگائی ہے۔ Devaluation کے بعد اب جو اثرات آ رہے ہیں اور قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں۔ ایسے ہے کہ پتہ نہیں آگے کیا ہو گا ابھی اس کے پورے اثرات ظاہر نہیں ہوئے ہیں ابھی جو مال امپورٹ ہو رہا ہے تو اس کے بعد پتہ چلے گا کہ یہ مہنگائی کس حد تک جاتی ہے اور لوگوں کا کیا ہو گا۔ ہماری اپوزیشن کے حضرات نے خصوصاً زراعت کا ذکر کیا تھا تو زراعت کے لئے کھاد بہت ضروری ہے۔ پھر pesticides کی قیمتیں زیادہ ہیں اس سے مزارع اور زمیندار کو کچھ نہیں ملتا ہے اب گنا جو ہے وہ 20 روپے ہے اور چینی دیکھیں اور اس پر جو خرچ آتا ہے انہوں نے پورا حساب کتاب لگایا تھا تو زمیندار کے پاس باقی کچھ بھی نہیں رہتا۔

جناب چیئرپرسن صاحبہ! وزیراعظم صاحب نے سینٹ کو کوئی اہمیت نہیں دی پہلے تو اسمبلی کے ممبران کو تعمیروطن پروگرام کے لئے پچاس پچاس لاکھ روپے بھی دیئے، سینٹ کو ابھی تک تو پیسے بھی نہیں دیئے۔ دوسرا یہ کہ حکومت کا تیسرا مہینہ ہے اور ہماری سینٹ کا یہ دوسرا اجلاس بھی ہو رہا ہے لیکن وزیراعظم صاحب ابھی تک سینٹ کے فلور پر نہیں آئے ہیں۔ سینٹ جو ہے یہ پارلیمنٹ کا ایوان بالا ہے اور اس کو اہمیت دی جانی چاہیئے۔ سینیٹروں کی مراعات قومی اسمبلی کے ممبران سے کم نہیں کرنی چاہئیں۔

جناب والا! بیروزگاری بڑھ گئی ہے اور اس کا کوئی علاج نہیں ہو رہا ہے کیونکہ ملک میں کوئی ترقی نہیں ہوئی ہے جب ملک میں ترقی نہ ہو، کارخانے نہ ہوں اور جو کام ہو رہے تھے وہ سب کام رکے ہوئے ہیں تو بیروزگاری کس طرح سے ختم ہو گی۔ قاضی صاحب نے افغانستان کے مسئلے کا ذکر کیا اس کی ذمہ داری بھی موجودہ حکومت پر عائد ہوتی ہے۔

جناب والا! ضیاء الحق صاحب نے 78 میں ایسے حالات پیدا کئے کہ افغانستان سے مہاجر آئے۔ اچھا، مہاجر تو آ گئے لیکن ضیاء الحق صاحب نے اپنے دور میں یہاں پر کوئی مجلس شوریٰ منعقد نہیں کی اور نہ ہی افغانستان کی حکومت یہاں پر افغانوں کی قائم کی۔ لیکن یہ موجودہ وزیراعظم صاحبہ تھیں یعنی موجودہ پارٹی تھی کہ انہوں نے پاکستان کی سرزمین پر افغانستان کے لئے حکومت قائم کی اور اسی حکومت میں ایسے لوگوں کو شامل کیا جو ایک دوسرے کے خلاف تھے ان کو اکٹھا کیا لیکن اب وہ کیسے چل سکتے تھے۔ یعنی جلال آباد accord پر کیسے عملدرآمد ہو گا جب کہ وہ ایک دوسرے کے خود خلاف ہیں یعنی جو حکمران ہیں۔

جناب والا! کشمیر کا جو مسئلہ ہے ہم چاہتے ہیں کہ کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی نہ ہو اور کشمیر کا مسئلہ شملہ معاہدے کے تحت دونوں ممالک خوش اسلوبی سے حل کریں۔ لیکن ساتھ ہی میری حکمران پارٹی سے یہ گزارش ہے کہ پارٹیشن کا جو فارمولا تھا۔ اس وقت یہ تھا کہ ریاست کا حکمران جس dominion کے ساتھ شمولیت کا فیصلہ کرے گا۔ وہ ریاست جو ہے اُس dominion کے ساتھ چلی جائے گی۔ اس وقت یہ ہوا تھا کہ جوناگڑھ اور مناور دو ریاستیں تھیں انہوں نے پاکستان کے ساتھ شمولیت کا فیصلہ کیا تھا۔ اور فیصلہ موجودہ وزیراعظم صاحبہ کے دادا شاہنواز بھٹو نے کیا تھا۔ وہ جوناگڑھ کا وزیراعظم تھا، اور نگران تھا، اب جوناگڑھ اور مناور پر ہندوستان نے قبضہ کیا۔ ہم UNO میں اس مسئلہ کو لے گئے۔ لیکن ہم نے جوناگڑھ اور مناور کا مسئلہ خود ہی چھوڑ دیا۔ کیا وہ پاکستان کا حصہ نہیں تھا۔ کشمیر کے لئے تو ہم لڑ رہے ہیں لیکن جوناگڑھ اور مناور کا کیا ہوا۔ ہم نے جو اس وقت تسلیم کیا تھا کہ ریاست کا جو حکمران ہے وہ فیصلہ کرے گا، یہ غلط تھا۔ ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ اس ریاست کے عوام جو فیصلہ کریں کہ وہ کس dominion کے ساتھ ملنا چاہتے ہیں تو تب یہ صحیح ہوتا۔ جب ریاست کے حکمران کی بات آ گئی تو ہمارا خیال تھا کہ نظام حیدرآباد ہمارے ساتھ شامل ہو جائے گا۔ بھوپال آ جائے گا، جوناگڑھ آ جائے گا، رام پور آ جائے گا یہ سارے جو ہیں ہمارے حق میں ہیں۔ لیکن کسی نے ایسا نہیں کیا۔ اب کشمیر کا مسئلہ ہمارے لئے ایسا بن گیا ہے کہ ہندوستان اب اس فارمولا کی آڑ لے رہا ہے لیکن ہمارے ساتھ جنھوں نے الحاق کیا تھا ہم نے ان کو چھوڑ دیا۔ یہ عجیب سی anomaly بن

جاتی ہے۔ حکومت کو چاہیئے کہ اس مسئلے پر بھی غور کرے۔ ساری دنیا اٹم بموں کو ختم کر رہی ہے۔ سپرپاورز جو ہیں وہ بھی اٹم بموں کو ختم کر رہی ہیں اور ان کو استعمال نہیں کرتیں۔ اس پر معاہدے کر رہی ہیں اور ہم اٹم کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ کہ ہم اٹم بم بنائیں گے۔ آپ بے شک بنائیں لیکن اپنے لوگوں کو پہلے روٹی دو، کپڑا دو، مکان دو۔ روٹی، کپڑا، مکان تو پہلے پورا کرو اس کے بعد اگر آپ اٹم بم بناتے ہیں یا جو کچھ بھی کرتے ہیں وہ تو الگ بات ہے۔ پہلے عوام کی بنیادی ضروریات ہیں۔ اگر عوام کی بنیادی ضروریات ہم پوری نہیں کر سکتے اور ہم پوری نہیں کرتے تو پھر ملک کیسے ترقی کرے گا اور پھر یہاں پر جمہوریت کیسے مستحکم ہو گی۔ یہاں پر آئین اور قانون کی بالادستی اور حکمرانی کیسے آئے گی۔

موجودہ حکومت سے اس قسم کی ہم توقع نہیں رکھتے لیکن ہم یہ ضرور چاہتے ہیں کہ موجودہ حکومت عوام کی فلاح و بہبود کی طرف نظر کرے۔ وہ ملک کی ترقی و خوشحالی کی طرف نظر کرے اور ترقیاتی منصوبے بنائے۔ سازشیں چھوڑ دے، مخالفین کو کیسوں میں involve کرنے یا ان کو بدنام کرنے یا کوآپریٹو اسکینڈل اور تاج کمپنیوں جیسے معاملات کو اٹھانے تا کہ عوام کی توجہ اصل مسائل سے ہٹ جائے۔ ان باتوں کو چھوڑ دے۔ قوم کے اصل مسائل اور اس ملک کی جو ضروریات ہیں ان کی طرف فکر کریں۔ ان کے کوئی مثبت حل نکالنے کی تجاویز سامنے لائیں۔ جس طرح کہ اسمبلی کے فلور پر اپوزیشن لیڈر نے حکمران پارٹی کو اپنے مثبت کردار اور تعاون کی پیش کش کی ہے ہم بھی کہتے ہیں ہم بھی حکومت کے ساتھ پورا تعاون کریں گے لیکن ان کی من مانیوں کے لئے نہیں کریں گے بلکہ حکومت ملک کی ترقی اور خوشحالی کے لئے جو اسکیمیں لائیں گے ہم یقیناً ان کے ساتھ تعاون کریں گے۔ لیکن ان کے ڈکٹیٹرانہ جو عزائم ہیں اور وہ مرکزیت کی طرف جو وہ جا رہے ہیں صوبوں کی جو نفی کر رہے ہیں۔ اس میں ہم تعاون نہیں کرے گے۔ ہم اس کے لئے تحریک چلائیں گے۔ جدوجہد کریں گے اور اپنے صوبے کیلئے ، ہم اپنے حقوق کے لئے جتنی جدوجہد ہم سے ہو سکتی ہے وہ ہم کریں گے۔ انشاء اللہ۔

میں آخر میں آپ کا مشکور ہوں کہ یعنی باتیں تو بہت ہیں لیکن پھر بھی میں

مشکور ہوں آپ کا، ایوان کا کہ مجھے آپ نے اپنے ناقص خیالات کے اظہار کا موقع دیا اور میں ایک بات اور کہنا چاہتا ہوں۔ یہ کہتے ہیں کہ انتخابات صاف اور شفاف تھے۔ یہ قطعاً غلط ہے۔ سرحد میں اجمل خٹک کو غلام بلور کو، اعظم ہوتی کو ایک منظم طریقے سے ان انتخابات میں ہرانے کی کوشش کی گئی ہے۔ جس کے واضح ثبوت ہیں کہ اب باتیں ہو رہی ہیں۔ جو گورنر ہاؤس سے باہر آ رہی ہیں کہ کس طرح ایک منظم طریقے سے اور ایک سازش کے تحت ان کو اسمبلی میں آنے سے روکا گیا۔ یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں۔ میں آپ کا بہت مشکور ہوں۔

جناب ڈپٹی چیئرمین: شکریہ! اب اذان کا وقت ہو چکا ہے۔ اب یہ ڈیبیٹ اگلے سیشن میں بھی جاری رہی گی۔ تو میں پریذیڈنٹ آرڈر سنانے لگی ہوں۔

In the exercise of the powers conferred by clause (1) of Article 54 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan, the President here by prorogues the Senate on the conclusion of its sitting on 11th January, 1994.

Sd/-

(Farooq Ahmed Khan Laghari)

Persident

[The House prorogued sine die]

PCPPI—345 (96) Senate—14-3-96—180.